ماہنامہ مجلہ

حیات نو

بلریاگنج

مسلمانوں کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی شرم انگیز سوال نہیں ہو سکتا کہ وہ دوسروں کی پولیٹیکل تعلیموں کے آگے جھک کر اپنا راستہ پیدا کریں، ان کو کسی جماعت میں شامل ہونے کی ضرورت نہیں، وہ خود دنیا کو اپنی جماعت میں شامل کرنے والے اور اپنی راہ پر چلانے والے ہیں اور صدیوں تک چلا چکے ہیں، وہ خدا کے آگے کھڑے ہو جائیں تو ساری دنیا ان کے سامنے کھڑی ہو جائے گی، ان کا خود اپنا راستہ موجود ہے، راہ کی تلاش میں کیوں اوروں کے دروازوں پر بھٹکتے پھریں۔ خدا ان کو سربلند کرتا ہے تو وہ کیوں اپنے سروں کو جھکاتے ہیں۔ وہ خدا کی جماعت ہیں اور خدا کی غیرت اس کو کبھی گوارا نہیں کر سکتی کہ اس کی چوکھٹ پر جھکنے والوں کے سر غیروں کے آگے بھی جھکیں۔

(الہلال)

انجمن طلبۂ قدیم جامعۃ الفلاح کا ترجمان

ماہنامہ مجلہ

حیات نو

بلریاگنج

جلد نمبر ۵

صفر المظفر ۱۴۲۰ھ
جون ۱۹۹۹ء

شمارہ نمبر ۲

مدیر مسئول
نور محمد فلاحی

مدیر
عبد البر اثری فلاحی

مدیر معاون
انیس احمد فلاحی

- سالانہ زر تعاون : 50.00 روپے
- خصوصی زر تعاون : 100.00 روپے
- بیرون ملک سے : 25.00 امریکی ڈالر
- طلبہ کے لیے : 40.00 روپے
- اعزازی زر تعاون : 1000.00 روپے
- قیمت فی شمارہ : 5.00 روپے

○ اس دائرے میں سرخ نشان کا مطلب ہے کہ آپ کی مدت خریداری ختم ہو چکی ہے لہذا جلد از جلد سالانہ زر تعاون ارسال فرمائیں۔

مضمون نگار کی رائے سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

ترسیل زر کا پتہ

دفتر ماہنامہ **"مجلہ حیات نو"** جامعۃ الفلاح،
بلریاگنج، اعظم گڑھ 276121 (یو۔پی) فون نمبر 05466 - 25115

نقوش حیات نو

- اداریہ
  - جمہوریت اور سیکولرزم محض دھوکہ ہیں — عبدالبر اثری فلاحی — ۳
- بحث و نظر
  - تبلیغی نصاب — مولانا عبدالقدوس رومی — ۶
- ہدایت کے چراغ
  - عمر بن عبدالعزیزؒ — ابو جلیس ندوی — ۱
- انٹرویو
  - ایک پاکستانی سکالر سے گفتگو — عمیر منظر فلاحی — ۷
- مذاہب عالم
  - جین مت — انیس احمد فلاحی مدنی — ۲۳
  - ہندوؤں کی کتب مقدسہ میں بشارت محمد ﷺ — ابو علوی فلاحی — ۲۵
- شعر و سخن
  - غزل — شفیع احمد خان راز الہ آبادی — ۳۵
- سیر و سوانح
  - ذکر جلیل شمیم (۳) — عبدالبر اثری فلاحی — ۴۰
- فقہ و فتاویٰ
  - مشاعروں میں شاعرات کی شرکت کا حکم — ابو ارقم فلاحی — ۴۱
- تعارف و تبصرہ
  - مروجہ بدعات — فقہاء اسلام کی نظر میں — ابو عبید الرحمن محمد فلاحی — ۴۲
- جامعہ کے لیل و نہار
  - نائب امیر جماعت اسلامی ہند کا خطاب — ادارہ — ۴۶
  - مولانا نظام الدین صاحب اور مولانا — " — ۴۶
  - عبدالعلیم صاحب اصلاحی کا خطاب — " — ۴۷
  - شیخ ابن بازؒ کی نماز جنازہ غائبانہ و تعزیت — " — ۴۸

اداریہ

جمہوریت اور سیکولرزم محض دھوکہ ہیں

عبدالبر اثری فلاحی

برسر اقتدار فسطائی قوت بظاہر چند ہی مہینوں میں زمام کار کھو بیٹھی اور ایسا تاثر دیا جا رہا ہے کہ وہ اپنے مقاصد میں کامیاب نہیں ہو سکی۔ اپنے بہت سے ایجنڈوں سے اسے پیچھے ہٹنا پڑا اور ایسا صرف جمہوری کلچر اور سیکولرزم کی وجہ سے ممکن ہو سکا۔ لیکن یہ سراسر بھول ہے۔ شعوری طور پر منصوبہ بند طریقے سے وہ کچھ کیا گیا جس کا عام حالات میں تصور نہیں کیا جا سکتا۔

تقریباً اسی ہزار فسطائی ذہنیت کے حاملین حکومت کے اہم عہدوں اور مناصب پر بٹھا دیے گئے ہیں تاکہ بتدریج ان کے منصوبوں کو عملی جامہ پہناتے رہیں۔

صرف بمبئی میں دو سو اور محتاط اندازے کے مطابق پورے ملک میں تقریباً تیرہ سو ان نوجوانوں کو جو بالخصوص فسادات کے مواقع پر ان کی راہ کا روڑا بنتے ہیں انھیں انکاؤنٹر کے ذریعہ موت کے گھاٹ اتار دیا گیا تاکہ آئندہ یہ سد راہ نہ بنیں۔

وندے ماترم اور سرسوتی وندنا کو نئی نسل پر تھوپا گیا تاکہ بچپن ہی سے انھیں شرک و بت پرستی کی غلاظتوں سے آلودہ کیا جا سکے۔

ماحولیاتی آلودگی کے نام پر لاؤڈ اسپیکر سے اذان پر پابندی لگا کر کلکتہ ہائی کورٹ نے بنیادی حقوق پر ڈاکہ ڈالا اور اس کے خلاف کسی سطح پر کوئی شنوائی نہیں ہوئی۔ تعلیم کو مہنگا کیا گیا تاکہ عام لوگ اعلیٰ تعلیم حاصل نہ کر سکیں، قومی روپ دینے کے نام پر اقلیتوں کے تعلیمی حقوق سلب کرنے کی کوشش کی گئی اور تعلیم کو بھگوا رنگ دینے کی مہم [illegible] انجام پائی۔

گجرات اور یوپی میں بالخصوص مدارس اور دینی تحریکات کے خلاف خفیہ ایجنسیوں کو سرگرم کر کے ہراساں کیا گیا تاکہ مختلف پہلوؤں سے انھیں نشانہ بنانا آسان رہے۔

راجستھان میں امام کو باندھ کر سینے پر قرآن رکھ کر زندہ جلا دیا گیا اور جلانے والوں کے خلاف کوئی ایکشن نہیں لیا گیا۔

عید قرباں کے موقع سے ملک کے مختلف مقامات پر بہ جبر قربانی سے روکا گیا اور نظم وقانون کو ہاتھ میں لینے والوں کے خلاف کوئی نوٹس نہیں لیا گیا۔

شری کرشنا کمیشن کی رپورٹ کو علی الاعلان ڈنکے کی چوٹ پر ٹھکرا دیا گیا پھر بھی ان سے دوستانہ تعلقات بحال رہے گویا پس پردہ ظالموں کی پشت پناہی کی گئی۔

بمبئی ہائی کورٹ نے مطلقہ کو دوران عدت ہی ایک خطیر رقم (جو تاحیات کام آئے) نفقہ کے طور پر لازم ٹھہرا کر مسلم پرسنل لا پر نقب زنی کی تاکہ مرحلہ وار یکساں سول کوڈ نافذ کی جائے۔

خواتین ریزرویشن بل کو پاس کرانے کی کوشش کی گئی تاکہ خواتین کی عزتوں سے کھلواڑ کیا جاسکے، خاندانی نظام کو تہہ وبالا کیا جاسکے اور قدیم مشرکی کو زندہ کرنے کی راہ ہموار ہو سکے۔

ایٹمی دھماکے کے ذریعہ نہ صرف ملک پر بھاری قرضوں کا بوجھ لاد دیا بلکہ دشمنوں کو اپنی قوت دکھا کر اپنا دشمن بنا لیا گیا۔

مہنگائی اس قدر بڑھی کہ ماضی کا سارا ریکارڈ ٹوٹ گیا تاکہ اپنی جھولیوں کو بھرا جاسکے اور بیوپاریوں کو خوش کیا جاسکے۔

پیٹنٹ بل کی منظوری کے ذریعہ اپنے آپ کو دوسروں کے اختیار میں دینے کی راہ ہموار کی گئی اور محض عارضی وقتی منافع کمانے کے لیے اپنی قیمتی اشیاء سے محرومی کا سودا کیا گیا۔

یہ اور اس طرح کے متعدد اقدامات کیے گئے ہیں اور سازشیں رچی گئی ہیں، ان سے ان کی پیش قدمی اور کامیابی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، یہ بہر حال امت مسلمہ کے لیے براہ راست چیلنج کی حیثیت رکھتے ہیں ان کے منہ توڑ جواب پر ہی امت کی بقا و ارتقاء کا انحصار ہے۔ ضرورت ہے کہ اہل حل و عقد بصارت و بصیرت اور جرأت و ہمت کا ثبوت دیتے ہوئے طویل المیعاد منصوبے کے تحت کام کا آغاز کریں ورنہ ۔

یک لحظہ غافل بودم
صد سالہ راہم دور شد

عمومی طور پر پچاس سالہ تجربے اور خصوصی طور پر موجودہ صورت حال اور ان اقدامات وسازشوں کے بطن سے یہ حقیقت بھی بے نقاب ہو کر سامنے آئی ہے کہ ملک کا موجودہ نظام مسائل کے حل میں ناکام ہے، جمہوریت اور سیکولرزم محض دھوکہ ہیں اصل حیثیت برسر اقتدار طبقہ کے مفادات اور مرضیات کو حاصل ہے گویا وہی قانون کا درجہ رکھتے ہیں اور ایسے مفاد پرستوں سے امن و سکون، عدل وانصاف کے قیام اور انسانیت کی فلاح و بہبود کی توقع عبث ہے چنانچہ یہ موقع امت مسلمہ کے لیے بہتر موقع ہے کہ الٰہی نظام (اسلام) کو ملک کے سامنے متبادل صحیح نظام کی حیثیت سے متعارف کرائے، عام لوگوں کے ذہن بہتر متبادل کی تلاش میں ہیں، اگر انھیں اسلام کی حقانیت اور افادیت سمجھانے میں ہم کامیاب ہو گئے تو یہ ایک بڑی خدمت ہوگی ہم اپنے فرض منصبی سے بھی سبکدوش ہو سکیں گے اور انسانیت کے لیے نجات دہندہ بھی بن سکیں گے کہ ہمارا اصل کام ومقام یہی ہے اور خود ہماری کامیابی کا راز بھی اسی میں پنہاں ہے۔ اللہ توفیق ارزانی کرے، واللہ ولی التوفیق۔

بحث و نظر

تبلیغی نصاب

مولانا عبد القدوس رومی
مفتی شہر، آگرہ

بخدمت حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلے کے بارے میں کہ:

"فضائل اعمال" اور "تبلیغی نصاب" نامی کتاب جو آج کل عوام میں رائج ہے اور اکثر مساجد میں صبح یا شام پڑھی جاتی ہے اس کتاب میں جیسے کہ نام سے ہی ظاہر ہے فضائل ہیں دوسرے ضروری مسائل اس کتاب میں نہیں ہیں، مساجد میں اس کتاب کے علاوہ کوئی دوسری کتاب پڑھنا معیوب سمجھا جانے لگا ہے۔ کیا شریعت میں قرآن وحدیث کے بعد اس کتاب کا اتنا اونچا مقام ہے اور کیا اس کو ضروری سمجھ کر اور اس قدر التزام واہتمام کے ساتھ پڑھنا بدعت نہیں ہے؟

اس کو پڑھنے اور سننے والے اسلامی تاریخ، سیرت نبوی، حیات صحابہ، حالات انبیاء اور ضروری مسائل سے ناواقف رہتے ہیں، اگر اس کی جگہ دوسری کوئی مستند معتبر اور غیر مختلف فیہ دینی کتاب مسجد میں پڑھی جائے جس سے ضروری مسائل بھی معلوم ہو سکیں تو ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہو تو براہ کرم ان کتابوں کی نشاندہی فرما کر ممنون فرمائیں۔ فقط

المستفتی محمد ہارون محلہ مہدی سرائے، سہارنپور (یوپی)

الجواب بعون الملک الوہاب

آپ نے ایک بہت اہم اور ضروری بات کا سوال کیا ہے، "تبلیغی نصاب" نامی کتاب (جس کا نام بعد میں "فضائل اعمال" کر دیا گیا) راقم السطور کے استاذ محترم شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی متعدد کتب فضائل کا مجموعہ ہے جو انہوں نے مرکز نظام الدین دہلی سے شروع ہونے والے دعوت وتبلیغ کے کام کے لیے تصنیف فرمائی تھیں، دہلی سے اس کام کو حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی علیہ الرحمہ نے ایک منظم اور باوقار تحریک کے طور پر شروع کیا تھا اور انہی نے اس کام کو ایک خاص شکل اور مخصوص طریق کار سے آگے بڑھایا تھا، اسی زمانے میں تبلیغی نصاب میں شامل متعدد رسائل علیحدہ علیحدہ ناموں سے شائع کیے گئے انہیں کچھ مدت بعد ایک مجموعہ بنا دیا گیا اور "تبلیغی نصاب" نام رکھ دیا گیا۔ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب علیہ الرحمہ اپنے زمانے میں اس کار تبلیغ کو "دینی دعوت" کا الف، با فرمایا کرتے تھے۔ اس الف، با کے بعد اور جماعت کو کیا پڑھانا اور سکھانا چاہتے تھے یہ بات یا تو صاف طور پر لوگوں کو معلوم نہ ہو سکی یا لوگوں نے اس پر عمل درآمد غیر ضروری سمجھا جس کا نتیجہ یہی ہوا جو دیکھا جا رہا ہے کہ ایک ہی مسجد کا ایک ہی امام اور اس کے متعین نمازی مسلسل اسی کتاب کا دور کرتے رہتے ہیں، مسائل اور احکام کی کتابوں کی ان کے نزدیک کوئی اہمیت ہی نہیں ہے۔ درس قرآن تو خیر عام مسلمانوں کے بس کی بات نہیں ہے اس کے لیے تو اچھا عالم ہونا چاہیے لیکن اردو میں دین کی متعدد کتابیں موجود ہیں جن کو پڑھنا، سننا بہر حال مفید ہے لیکن مرکز تبلیغ اپنے متعلقین کو اس کی اجازت ہی نہیں دیتا کہ مسجد میں نماز کے بعد "تبلیغی نصاب" کے علاوہ کوئی دوسری کتاب پڑھی جائے۔ عام حالات میں "تبلیغی نصاب" کو بھی ایک دینی کتاب کی حیثیت سے پڑھنا اور سننا مستحب ہی کہا جائے گا لیکن ایسی صورت میں کہ لوگوں کو اس پر اصرار ہو کہ صرف یہی کتاب پڑھی جا سکتی ہے دوسری دینی کتابوں کے پڑھنے کو ممنوع کیا جاتا ہو، اور "تبلیغی نصاب" نہ پڑھنے والوں پر لعنت وملامت کی جاتی ہو تو حضرات فقہاء کے مشہور مسلم قاعدے کے پیش نظر "تبلیغی نصاب" کی خواندگی کا ترک ہی اختیار کیا جائے گا تاکہ حدود شرع اور احکام دین کی حفاظت ورعایت ہو سکے۔ تبلیغی کارکنوں کے اسی قسم کے غلو سے بجا طور پر یہ اندیشہ وخطرہ ہو رہا ہے کہ اگر حضرات علماء وفقہاء نے اس "غلو" کی روک تھام نہ کی تو آئندہ وہ وقت بھی آ سکتا ہے جب "تبلیغی جماعت" جماعت کی حد سے نکل کر ایک مستقل فرقہ بن جائے گی۔

مساجد میں مندرجہ ذیل کتب سنائی جا سکتی ہیں۔

ایک منٹ کا مدرسہ، اصلاحی نصاب، دینی نصاب (جو زیر ترتیب ہے) معارف الحدیث، ریاض الصالحین، امام نووی کی کتاب کا اردو ترجمہ زاد سفر، اسوۂ رسول اکرم ﷺ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبد القدوس رومی مفتی شہر (آگرہ)

سوال و جواب حاضر ہے۔

غور طلب یہ بھی ہے کہ "تبلیغی نصاب" احادیث کا آسان مجموعہ ہے جس میں کہیں بھی اختلافی مسائل نہیں آئے۔ تبلیغی جماعت کے لوگ اس کو اس لیے بھی پسند کرتے ہیں کہ آسان سے احادیث کا ترجمہ اور ایک معتبر شخصیت کی ترتیب ہے۔ اور ہر جگہ مل جاتی ہے۔ نیز اس لیے بھی کہ عام سے عام آدمی کی سمجھ میں آجاتی ہے اگر ایسی معتبر اور آسان کوئی اور کتاب مل جائے تو اسے پڑھنے میں کوئی تامل نہیں ہونا چاہیے اگر پھر بھی تامل ہو تو اس جماعت کو اس انداز فکر پر غور کرنا چاہیے۔

(ادارہ)

قارئین کی نظر میں

محترم ایڈیٹر صاحب ترجمان العلوم جدید اسلام ملتان

۱۵ جنوری ۱۹۹۹ء کے ترجمان دارالعلوم میں "تبلیغی نصاب" کے بارے میں مولانا مفتی سعید اللہ صاحب راولپنڈی کا "[illegible]" نظر سے گذرا۔

حقیقت یہ ہے کہ مفتی صاحب ہی کی شخصیت تھی جس نے اس اہم اور نازک مسئلہ میں جو فقہ کی اصطلاح میں "عموم بلویٰ" کی حیثیت اختیار کر چکا ہے پوری "جرأت حق" کے ساتھ یہ جواب تحریر فرمایا۔

تبلیغی جماعتوں کے "نو عمر" لڑکوں کی طرف سے زیادہ تر ملک کے حصوں میں یہ شکایت پیدا ہو رہی ہیں کہ یہ "کم عمر" اور "ناتجربہ کار" لوگ "تبلیغی نصاب (فضائل اعمال)" کی کتاب کے مقابلہ میں کسی دوسری کتاب یہاں تک کہ "ترجمہ قرآن" کی بھی مخالفت کرتے ہیں۔

دہلی میں جماعت کے بزرگوں اور بوڑھوں نے ایک مسجد میں "ترجمہ قرآن" شروع کرایا، ان نئے نمازیوں نے "فتنہ شروع ہو گیا" کہہ کر اس کی مخالفت کی اور یہاں تک حالات خراب ہوئے کہ وہ ترجمہ ختم کر دیا گیا۔

بمبئی سے مولانا محمد شعیب صاحب قاسمی اسی قسم کی شکایت لے کر دہلی آئے۔ موصوف نے "المسلمہ" میں کئی سال درس قرآن دیا، اور ایسا ہی بمبئی میں شروع کیا، اس علاقہ کی جماعت نے شدید مخالفت کی حالانکہ موصوف "جماعتی سرگرمیوں" میں بھی شریک ہوتے تھے۔ شکایت لیکر وہ دہلی آئے، مگر مرکز میں ان کی کون سنتا؟ وہ "نوجوان امیر" رہنمائی کا فریضہ ادا کر رہے ہیں۔

"حضرت جی" پر ان دونوں ترک و تقلل کا اتنا غلبہ تھا کہ وہ چوتھی منزل سے نیچے کم ہی اترتے تھے، وہ "امیر" بھی تھے، صرف بڑے اجتماعات میں "دعا" کرانے آتے تھے۔

"صلح پسندی" "مرحوم" پر اتنی غالب تھی کہ اگر ان سے کوئی شکایت کی جاتی تو وہ فرماتے "ہم جوڑنے کے لیے ہیں توڑنے کے لیے نہیں" حالانکہ شریعت حقہ میں "جوڑ توڑ" دونوں داخل ہیں نیکی سے جوڑ اور برائی سے توڑ یہ دونوں اصول لازم و ملزوم ہیں۔

اکابر نے آسانی کے لیے اردو کے "فضائل" تک جماعتوں کو محدود رکھا تھا، لیکن ان حضرات کی زندگی میں کسی کو یہ جرأت نہیں تھی کہ قرآن کریم کے ترجمہ کو "فتنہ" قرار دے۔

"درس تفسیر" واقعی علماء کرام کا کام ہے لیکن کسی عام فہم ترجمہ اور تفسیر کا کچھ حصہ پڑھ کر سنانے میں آخر کیا دشواری ہے؟ اتنے کام کے لیے بیضاوی کے فاضل کی کوئی ضرورت نہیں۔

"شیخ الحدیث" نے لکھا ہے کہ "قرآن کی تفسیر کے لیے ۱۸ علوم جاننے ضروری ہیں" لیکن اگر تبلیغ کے لیے قرآن کریم کا ایک "ہلکا پھلکا نصاب" مقرر کر دیا جائے تو اس کے لیے کسی بڑے "علامہ" کی کیا ضرورت ہے؟

پھر اگر فضائل کی صحیح احادیث کو لیا جائے تو کیا صرف سادہ ترجمہ سے ان احادیث کا مطلب سمجھا جا سکتا ہے؟

ان آسان احادیث کا صحیح مطلب سمجھنے کے لیے بھی احادیث کی شروح کا مطالعہ ضروری ہے۔

تبلیغ کا کام پھیل رہا ہے، بڑی خوشی اور شکر کا مقام ہے، لیکن اس کام کو عوام کے اختیار میں دے دینا اور ان کے نزدیک کتاب "فضائل اعمال" کو ہی واحد دینی کتاب قرار دے کر دین کے دوسرے تمام حصوں سے بے نیاز کر دینا ایک بڑی برائی کو آنے کی دعوت دینا ہے۔

دوسرے مفتیان کرام بھی اس پر توجہ دیں اور ان حضرات کو تاکید کریں کہ وہ نگرانی سے بچ

کر اپنی اپنی مساجد میں "ترجمہ قرآن" بیان کریں۔

ضرورت تو اس کی تھی کہ شروع ہی سے "قرآنی نصاب" کے آسان حصے مرتب کر کے تبلیغی جماعتوں کو دیے جاتے۔

(مولانا) اخلاق حسین قاسمی

[بشکریہ ترجمان العلوم جدید

صفحہ ۲۹ کا بقیہ

وشنو کا ایک اوتار بنا کر برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں کو بھی اپنے اندر ضم کیا جا سکے۔

مہ بشیر الدین پنڈت صاحب کا یہ کہنا کہ اگر بشارتیں الحاقی ہوتیں تو آج ہندوستان کے کسی گوشہ میں کوئی نہ کوئی پران تو کسی برہمن کے گھر سے ایسا دیکھنے کو ملتا جو پیشین گوئیوں سے خالی ہوتا۔ درست نہیں کیونکہ عہد قدیم میں وید و پران صرف برہمنوں کے قبضہ میں تھے، وہ ہم تھے اس لئے ان کا اس میں تغییر و تحریف پر اتفاق ایسے ہی ممکن تھا جیسے توریت و انجیل میں تحریف پر یہودی و نصاریٰ کے علماء نے اتفاق کیا تھا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

☆ ☆ ☆

"ہمارے عقیدے میں تو ہر وہ خیال جو قرآن کے سوا اور کسی تعلیم گاہ سے حاصل کیا گیا ہو ایک کفر صریح ہے اور پالٹکس بھی اس میں داخل ہے..... اسلام انسان کے لیے ایک جامع اور اکمل قانون لے کر آیا ہے اور انسانی اعمال کا کوئی مناقشہ ایسا نہیں جس کے لیے وہ حکم نہ ہو۔ مسلمانوں کی اخلاقی زندگی ہو یا علمی، سیاسی ہو یا معاشرتی، دینی ہو یا دنیوی، حاکمانہ ہو یا محکومانہ وہ ہر زندگی کے لیے ایک اکمل ترین قانون اپنے اندر رکھتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ دنیا کا آخری و عالمگیر مذہب نہ ہوتا۔"

(الہلال)

ہدایت کے چراغ

عمر بن عبد العزیزؒ

ابو جلیس ندوی

پانچویں خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کی داستان حیات وہ بہشت خلد ہے جس کے ہر گوشے میں دل کو راحت کی چھاؤں اور روح کو فرحت و تازگی کی بہار ملتی ہے۔ یہ داستان تاریخ کی وہ شہادت ہے جس سے انسانیت و شرافت کے چہرے کی دلکشی برقرار ہے، اس لیے ہم چاہتے ہیں کہ اس داستان کے کچھ ٹکڑے آپ کے سامنے پیش کریں تاکہ آپ کی شام غم کے اندھیرے بھی حق پرستی کے اجالوں کا منہ دیکھ سکیں۔ پہلی قسط میں ہم ان کی زندگی کی تین تصویریں پیش کریں گے۔

پہلی تصویر کے خدوخال اجاگر کیے ہیں مشہور تابعی سلمہ بن دینارؒ نے جو عالم مدینہ، شیخ مدینہ اور عہدے کے اعتبار سے قاضی مدینہ تھے، فرماتے ہیں:

عرصہ دراز کے بعد طلب میں ان سے ملاقات کا اتفاق ہوا، وہ اس وقت امیر المومنین تھے۔ اس سے پہلے میں نے ان کو اس وقت دیکھا تھا جب وہ مدینہ کے گورنر تھے، انھوں نے مجھے دیکھا تو بڑی گرمجوشی سے خوش آمدید کہا اور فرمایا: ابو حازم ذرا میرے قریب آجاؤ۔ میں نے قریب جا کر ان کو دیکھا تو میری حیرت پوچھ بیٹھی کہ کیا آپ عمر بن عبد العزیز ہیں؟

کیا آپ ہی خلیفۃ المسلمین ہیں؟

انھوں نے اثبات میں سر ہلایا اور فرمایا ہاں میں عمر بن عبد العزیز ہوں۔

میں نے پوچھا، آپ پر ایسی کیا افتاد آپڑی کہ چہرے کی بہار، بدن کا نکھار اور زندگی کے دمکتے آثار سب کچھ فنا ہو گئے، جبکہ آپ اس وقت امیر المومنین ہیں اور سیم و زر کے خزانے آپ کے ہاتھوں میں ہیں۔

انھوں نے پوچھا، بتاؤ کہ میرے اندر کیا تبدیلی آگئی ہے؟

میں نے کہا، آپ کے چہرے کے پھول مرجھا گئے، جسم لاغر ہو گیا، آنکھوں کی چمکتی پتلیاں سو گئیں، بدن سے جوانی کے پھوٹتے انگارے سرد ہو گئے۔

میری یہ باتیں سنیں تو ان کی آنکھیں چھلک پڑیں، پھر فرمایا ابو حازم مجھے پہچاننے میں تمھیں

آج شواری ہو رہی ہے تو بتاؤ قبر میں اترنے کے تین سال بعد مجھے دیکھو گے تو کیونکر پہچان پاؤ گے کہ تین سال بعد وہاں آنکھیں رخساروں پر بہہ آئیں گی، پیٹ پھول کر پھٹ چکا ہو گا، بدن کو جگہ جگہ سے کیڑے مکوڑے کھا چکے ہوں گے۔ پھر انھوں نے میرے چہرے پر اپنی نگاہ جمائی اور فرمایا: ابو حازم! کیا تمھیں وہ حدیث یاد نہیں ہے جو تم نے مدینہ میں مجھے سنائی تھی۔

میں نے کہا، میں نے تو آپ کو بہت ساری احادیث سنائی تھیں۔

انھوں نے فرمایا، ابوہریرہؓ کی روایت کردہ حدیث۔

میں نے کہا، ہاں یاد آئی۔

انھوں نے فرمایا: وہی حدیث میں دوبارہ سننا چاہتا ہوں،

میں نے روایت بیان کی۔ (ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا "تمہارے سامنے ایک دشوار گذار گھاٹی ہے جس کو صرف لاغر و نحیف آدمی ہی پار کر سکتا ہے")

حدیث سن کر عمر بن عبدالعزیز ایسا پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے کہ میرا دل بیٹھنے لگا، مجھے ڈر لگا کہ اس طرح روتے روتے ان کا دل پھٹ نہ جائے۔

پھر انھوں نے آنسو پونچھے اور کہا: ابو حازم اس گھاٹی سے نجات کی تو کوئی امید نہیں ہے لیکن اس سے نجات کی آس و امید ہی میں اپنا جسم میں نے لاغر و ناتواں بنایا ہے۔ بتاؤ میں نے کیا برا کیا!

دوسری تصویر

عمر بن عبدالعزیزؒ کی زندگی کی دوسری تصویر طبری نے طفیل بن مرداس کے حوالے سے نقل کی ہے، وہ کہتے ہیں عمر بن عبدالعزیز جب خلیفہ ہوئے تو سلیمان السری کے پاس ایک خط لکھا، وہ اس وقت وسطی ایشیا میں کسی صوبہ کے گورنر تھے۔ خط کا مضمون یہ تھا:

ہر شہر میں مسلمان مسافروں کے قیام و طعام کی سہولت کے لیے ہوٹل تعمیر کرو، کوئی مسلمان وہاں پہنچے یا وہاں سے گذرے تو ایک شبانہ روز اس کی ضیافت کا اہتمام کرو اور اس کے مسائل و معاملات کو سمجھانے اور حل کرنے کی کوشش کرو، ان کی سواریوں کی دیکھ بھال بھی تمہارا فرض ہے۔ اگر تمھیں اندازہ ہو کہ وہ پیدل تھکان سے دوچار ہے تو ایک شبانہ روز مزید ضیافت کی سہولت بہم

پہنچاؤ اور ہر طرح سے اس کی مدد کرو۔ یہ بات بھی ذہن نشین رکھو کہ خدا نخواستہ کوئی مسافر ایسا ہے جس کا زاد و راحلہ راستے میں کام آ چکا ہو تو اس کی ضرورت کے بقدر مدد کرو اور اس کو اس کے وطن پہنچانے کی ذمہ داری نبھاؤ۔

گورنر نے امیر المومنین کے حکم کے مطابق تمام شہروں میں ہوٹل اور ضیافت خانے تعمیر کروائے ۔ اس سے آپ کی عدل پروری اور رعایا کے حقوق کی پاسداری، غمخواری کا عام چرچا ہونے لگا۔ یہ چرچا سن کر سمرقند کے کچھ سربرآوردہ لوگوں کا ایک وفد سلیمان السری کے پاس گیا جو اس وقت وہاں کے گورنر تھے۔

وفد نے ان سے کہا کہ آپ کے پیش رو سپہ سالار قتیبہ بن مسلم باہلی نے کسی آگاہی کے بغیر ہمارے ملک پر حملہ کیا اور اس پر اپنا قبضہ جما لیا جو آپ کے جنگی قوانین کی کھلی خلاف ورزی ہے۔ ہم کو معلوم ہے کہ مسلمان پہلے دشمن کو اسلام کی دعوت پیش کرتے ہیں۔ اگر دشمن یہ دعوت قبول نہ کرے تو جزیہ کا مطالبہ کرتے ہیں، اگر جزیہ سے بھی انکار کریں تب جنگ کی نوبت آتی ہے۔ ہم نے آپ کے خلیفہ کی عدل پروری کا شہرہ سنا تو یہ فریاد پیش گذار کرنے کی ہمیں ہمت ہو گئی۔ ہم آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ آپ کے سپہ سالار نے ہمارے ساتھ جو زیادتیاں کی ہیں ان کی تلافی کی جائے اور اس سلسلہ میں خلیفہ کے حضور باریاب ہونے کی ہمیں اجازت دی جائے تاکہ ہماری دادرسی ہو سکے۔

سلیمان السری نے ان کو دارالخلافہ بھیج دیا، انھوں نے خلیفہ کے سامنے اپنا معاملہ رکھا۔

خلیفہ نے گورنر سلیمان السری کو لکھا کہ جیسے ہی یہ خط تمہارے پاس پہنچے تم اہل سمرقند کی شکایت پر غور و تحقیق کے لیے ایک قاضی مقرر کرو اور اسے تاکید کرو کہ حقیقت واقعہ کی تحقیق کرکے جلد از جلد حق کے مطابق اپنا فیصلہ صادر کرے۔ اگر قاضی ان کے حق میں فیصلہ دے تو ان کی سرزمین سے مسلمان فوجوں کا انخلا عمل میں لایا جائے اور جو مسلمان ان کے درمیان جاکے آباد ہو گئے ہیں ان کو وہاں سے اٹھا کر اس جگہ آباد کیا جائے جہاں قتیبہ بن مسلم باہلی سے پہلے وہ تھے۔

وفد جب گورنر کے پاس پہنچا، خلیفہ کا مکتوب پڑھا تو فوراً وقت کے چیف جج جمیع بن حاضر باجی کو ان کے مقدمات کی سماعت پر مامور کر دیا۔ معاملے کے تمام گواہوں سے بیان لیے اور ان پر

غور و تحقیق کرنے کے بعد ان پر واضح ہوا کہ اہل سمرقند حق پر ہیں۔

اہل سمرقند کے حق بجانب ہونے کا اپنا فیصلہ انھوں نے گورنر کے پاس بھیج دیا۔ گورنر نے مسلمان فوجوں کو حکم دیا کہ وہ فوراً ان کا ملک چھوڑ دیں اور اپنے سابقہ فوجی ٹھکانوں پر واپس چلے جائیں۔ ان کی سرزمین میں کسی صلح یا معاہدے کے بغیر نہ قیام کریں نہ داخل ہوں۔

اہل سمرقند کو اس فیصلہ کا علم ہوا تو باہم مشورہ کرنے لگے، ان میں ایک جہاندیدہ بزرگ نے اپنے قومی وقار کی دہائی دی اور کہا:

بڑی بدبختی ہوگی کہ اتنے اچھے انسانوں کو پانے کے بعد تم کھو دو۔ یہ سورج ہیں جن کی روشنی سے تمہارے اخلاق و تہذیب کے ایوان جگمگائے ہیں۔ یہ ہیرے ہیں جن سے تمہارے قومی وقار و افتخار کے تاج کی زیب و زینت قائم ہے۔ خدارا ایسے دودھ کے دھلے انسانوں کو ہم سے دور مت کرو جن کی خیر و برکت سے ہماری تقدیر کے لبوں پر شادمانی کا تبسم پھیلا ہے، جن کی بے ضرر بلکہ راحت بخش ہمسائیگی نے ہمارے گلی کوچوں میں امانت و دیانت، راست بازی و پاکبازی کی چاندنی بکھیر دی ہے، ایسے رحمت کے فرشتوں کو کسی صورت جانے مت دو کہ یہ گئے تو سمجھ لے انسانیت و شرافت کی تجلیاں بھی رخصت ہو جائیں گی۔ اے میری قوم کے لوگو! مری بات مان لو انھیں رخصت کرنے کے بجائے اپنے دلوں میں اور آنکھوں میں انھیں بسائے رکھو۔

عمر بن عبدالعزیزؒ کی زندگی کی تیسری تصویر میں ابن عبدالحکم نے اپنے قلم کا رنگ بھرا ہے وہ اپنی کتاب "سیرۃ عمر بن عبدالعزیزؒ" میں لکھتے ہیں:

عمر بن عبدالعزیزؒ کی وفات کا وقت آیا تو مسلمہ بن عبدالملک ان سے ملنے آیا اور کہا امیر المومنین آپ نے اپنی اولاد کے لیے درہم و دینار کے تمام دروازے بند کر دیے، وہ بالکل تہی دست ہو کے رہ گئے ہیں اس لیے بہتر ہوگا کہ آپ ان کی بھلائی کے لیے مرے حق میں وصیت کر جائیں یا پھر اپنے گھر والوں میں جس کو مناسب سمجھیں اس کے حق میں وصیت کر دیں۔

جب وہ اپنی بات پوری کر چکا تو آپ نے فرمایا:

اے مسلمہ، تمہاری یہ شکایت میرے کانوں نے سن لی کہ میں نے اپنی اولاد کو مال و دولت سے محروم رکھا لیکن تمہیں یقین کرنا چاہیے کہ اللہ نے ان کے جو حقوق مجھ پر واجب کیے ہیں ان

کی ادائیگی میں میں نے کوئی کوتاہی نہیں کی۔ رہی مال و دولت سے ان کی نوازش کی بات تو بغیر استحقاق کے ان کو کچھ کیوں دیتا۔

رہی یہ بات کہ میں تم کو یا کسی اور کو اپنا وصی بنا جاؤں تو سن لو کہ میں نے اللہ کو اپنا وصی و ولی مقرر کر دیا ہے، اس کی کتاب حق موجود ہے، جو طالب حق کو حق کی رہنمائی کرتی رہے گی اور اللہ کی نصرت و تائید اس کو سہارا دیتی رہے گی۔

اے مسلمہ دیکھو! میرے لڑکے رویہ کے اعتبار سے دو طرح کے ہی ہو سکتے ہیں۔ یا تو وہ نیکوکار و تقویٰ گسار ہوں گے، ایسی صورت میں اللہ ان کو اپنے فضل سے مالا مال رکھے گا اور ہر معاملہ میں ان کی دستگیری فرماتا رہے گا۔

یا پھر وہ نیکوکار کے بجائے بداطوار و معصیت کار ہوں گے، اس صورت میں مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا کہ معصیت کوشی میں سب سے پہلے میں ہی ان کو مالی مدد بہم پہنچاؤں۔

پھر فرمایا: میرے بیٹوں کو بلاؤ۔

ان کے انیس (۱۹) بیٹے حاضر ہوئے۔

ان سب کو سامنے کھڑا دیکھا تو آنکھیں چھلک پڑیں اور رندھی ہوئی آواز میں کہا:

میں ان نوجوانوں کو بالکل بے سروسامانی کی حالت میں چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ پھر سسک سسک کر رونے لگے اور بیٹوں کو مخاطب کر کے کہنے لگے:

میرے عزیز فرزندو! میں تمہارے لیے بہت ساری بھلائیاں چھوڑ کے جا رہا ہوں، تم کو جو مسلمان دیکھے گا یا تم جس ذمی کے پاس سے گزرو گے وہ اپنا فرض سمجھے گا کہ تم کو تمہارا حق دے۔

میرے بیٹو! تمہارے سامنے دو ہی راستے ہیں۔ ایک یہ کہ تم غنی و تونگر بن کر رہو اور تمہارا باپ جہنم کا ایندھن بنے، یا پھر یہ کہ تم فقیر بن کر بے نوائی کی زندگی گزارو اور تمہارا باپ جنت کی شادکامیوں سے سرفراز کیا جائے۔ مجھے یقین ہے کہ تم اس تونگری کو حقارت کی ٹھوکر مار دو گے جو تمہارے باپ کو جہنم کا ایندھن بنائے۔

پھر محبت بھری نگاہ سے بیٹوں کو دیکھا اور فرمایا:

اللہ تمہارا محافظ و نگراں ہے، ولی و کارساز ہے، وہی تمہیں رزق سے نوازے گا۔

مسلمہ نے کہا: امیر المومنین، میرے پاس اس سے بہتر چیز موجود ہے

پوچھا، کیا؟

مسلمہ نے کہا، تین لاکھ دینار، میں یہ سب آپ کو ہبہ کرتا ہوں، آپ اپنے بیٹوں میں انھیں تقسیم کردیں۔

عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرمایا: نہیں، میرے پاس جو چیز ہے وہ اس سے بھی بہتر ہے۔

مسلمہ نے پوچھا، وہ کیا؟

فرمایا: یہ دینار جس نے دیے ہیں اس کو لوٹا دیے جائیں ان پر تمہارا کوئی حق نہیں ہے۔

یہ سن کر مسلمہ کی پلکیں بھیگ گئیں، کہا

امیر المومنین، اللہ کی محبت آپ کے ساتھ ہے، زندگی میں بھی اور زندگی کے بعد بھی۔

آپ نے دلوں کے پتھر موم کردیے، نکوکاروں میں ہماری یاد باقی چھوڑی۔

بعد میں لوگوں نے عمر بن عبدالعزیزؒ کے بیٹوں کے حالات معلوم کیے تو پتہ چلا کہ اللہ کے فضل وکرم سے ان میں سے کسی نے محتاجی کی زندگی نہیں گذاری۔

☆☆☆

ہمارا منصب یہ ہے کہ ہم کھڑے ہو کر تمام دنیا سے غیر اللہ کی حاکمیت مٹادیں اور خدا کے بندوں پر خدا کے سوا کسی کی حاکمیت باقی نہ رہنے دیں۔ یہ شیر کا سا منصب ہے اور اس منصب کو ادا کرنے کے لیے کسی قسم کی خارجی شرائط درکار نہیں ہیں، بلکہ صرف شیر کا دل درکار ہے۔ وہ شیر شیر نہیں جو اگر پنجرے میں بند ہو تو بکری کی طرح ممیانے لگے اور شیر وہ بھی نہیں جو بکریوں کی کثرت تعداد کو دیکھ کر یا بھیڑیوں کی چیرہ دستی دیکھ کر اپنی شیریت بھول جائے۔

(سید ابوالاعلیٰ مودودی)

ایک پاکستانی اسکالر سے گفتگو

ملاقاتی عمیر منظر فلاحی

ڈاکٹر شرف الدین اصلاحی مدرسۃ الاصلاح کے مایہ ناز سپوت ہیں جنھوں نے علمی و تحقیقی دنیا میں بلند مقام پایا، موصوف نے علامہ فراہی کی حیات وخدمات پر بھی خوب داد تحقیق دی ہے۔ "ذکر فراہی" کے نام سے آپ کی کاوش طباعت کے مراحل میں ہے۔ برادرم عمیر منظر فلاحی صاحب نے آپ سے ملاقات کر کے درج ذیل انٹرویو ریکارڈ کیا ہے جس سے بہت سے نئے گوشے ابھر کر سامنے آتے ہیں۔ ان پر مزید کلام کی گنجائش ہے جس کے لیے حیات نو کے صفحات حاضر ہیں، امید کہ اہل علم و تحقیق حضرات توجہ فرمائیں گے تاکہ حقیقی صورت حال نکھر کر سامنے آجائے۔ (مدیر)

ڈاکٹر شرف الدین اصلاحی پاکستان کے معروف اسلامی دانشور ہیں۔ عرصے تک "فکر ونظر" (اسلام آباد، پاکستان) کے مدیر رہے۔ مختلف پروجیکٹوں پر کام کیا۔ ریٹائرمنٹ کے بعد بھی ان کی علمی مصروفیتیں جاری ہیں۔ موصوف کا وطن اترپردیش کے مردم خیز ضلع اعظم گڑھ کا ایک گاؤں بھیرپور ہے، گاؤں کے سرکاری پرائمری اسکول میں ابتدائی تعلیم کے بعد مدرسۃ الاصلاح سرائمیر میں داخل ہوئے۔ ۱۹۵۰ء میں وہاں سے فارغ ہوئے۔ تقریباً ایک برس تک تدریسی فرائض بھی مدرسۃ الاصلاح میں انجام دیے، بعد ازاں ۱۹۵۳ء میں پاکستان ہجرت کی۔ مدرسۃ الاصلاح میں آپ کے نامور اساتذہ میں مولانا ابواللیث ندوی، مولانا صدرالدین اصلاحی، مولانا اختر احسن اصلاحی، مولانا جلیل احسن ندوی اور مولانا قمرالزماں اصلاحی رہے۔ پاکستان جاکر انھوں نے اردو میں بی اے، ایم اے اور پی ایچ ڈی کی۔ تعلیم ہی کی غرض سے ایک سال بیجنگ (چین) میں گذارا، بعد ازاں تقریباً دس برس سندھ یونیورسٹی میں شعبۂ اردو سے وابستہ رہے۔ ۱۹۷۰ء میں اسلامک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ اسلام آباد کے ماہانہ موجودہ (سہ ماہی) رسالے "فکر و نظر" کے ایڈیٹر ہوئے بعد ازاں اسی انسٹی ٹیوٹ میں علامہ فراہی پروجیکٹ پر کام کیا اور یہیں سے ریٹائر ہوئے۔ صحافتی زندگی کا آغاز پاکستان پہنچنے کے بعد نصر اللہ خاں عزیز کے اخبار کوثر سے ہوا۔ تسنیم سے بھی وابستہ رہے اور

جماعت اسلامی کے قائم کردہ ایک ادارے اچھرہ لاہور میں تدریسی خدمت بھی انجام دی۔

ڈاکٹر شرف الدین اصلاحی اگرچہ یہاں سے ہجرت کر گئے ہیں لیکن آبائی وطن سے ان کا رشتہ قائم ہے۔ اکثر و بیشتر اعزہ و اقارب سے ملاقات کے لیے آتے رہتے ہیں۔ اس سال وہ مدرسۃ الاصلاح میں مولانا امین احسن اصلاحی سیمینار کے موقع پر تشریف لائے تھے۔ ان سے یہ گفتگو جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی کے شفیق الرحمن قدوائی ہاسٹل کے روم نمبر ۱۰۶ میں ۹ اپریل ۹۹ء کو ہوئی۔

سوال: فکر و نظر کی ادارت کے دوران اشاعت کے لیے کن مضامین کو ترجیح دیتے تھے؟

جواب: فکر و نظر اسلامک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کا آرگن تھا لہذا ترجیح تو دینی و علمی موضوعات ہی کو حاصل ہوتی تھی۔ ادبی موضوعات بھی شامل اشاعت ہوتے تھے۔ ادارتی کام تقریباً پورا کا پورا مجھے ہی کرنا پڑتا تھا۔

سوال: آپ نے علامہ فراہی پروجیکٹ پر بھی کام کیا ہے، یہ کام آپ کو کس ادارے نے تفویض کیا تھا؟

جواب: طویل عرصے تک فکر و نظر کے ادارتی فرائض انجام دیتے دیتے اس کام سے ایک طرح بیزار ہو چکا تھا۔ یہ پروجیکٹ خود میں نے بنایا تھا چونکہ انسٹی ٹیوٹ کا فیصلہ تھا اس لیے تنخواہ وہاں سے ملتی رہی۔ اس کے علاوہ ادارے کا کوئی تعاون نہیں تھا بلکہ بعض مقامی لوگوں کی طرف سے تو اس کی مخالفت بھی ہوئی۔ ان کی جانب سے کہا گیا کہ علامہ فراہی کو کون جانتا ہے؟ آپ مقامی شخصیات میں سے کسی پر کام کیجیے۔ کام تو ادارے کا تھا، لیکن میں اپنی چھٹیاں لیکر اور اپنے خرچ پر تین مرتبہ ہندوستان آیا، ہر دورے میں تین تین مہینے ہندوستان کے مختلف شہروں کی خاک چھانتا رہا۔ خاص طور پر الٰہ آباد، حیدر آباد، علی گڑھ اور اعظم گڑھ تو اس کا جز لاینفک تھے۔

سوال: پروجیکٹ کے سلسلے میں پاکستان میں تو آپ کو مولانا امین احسن اصلاحی صاحب سے کافی تعاون ملا ہوگا؟

جواب: نہیں، سب سے زیادہ تعجب کی بات یہی ہے کہ مولانا اصلاحی سے مجھے بھرپور تعاون ملنے کی امید تھی لیکن سب سے پہلا جھٹکا مجھے وہیں لگا۔ مجھے اطمینان تھا کہ کم از کم علامہ فراہی کی ساری کتابیں تو ان کے پاس مل جائیں گی لیکن ان کے پاس سوائے مسودے کے ایک کتاب بھی نہیں تھی

۔ وہیں سے میرے ذہن میں آیا کہ اس کام کو اگر کرنا ہے تو ہندوستان جانا پڑے گا اور میں نے ہندوستان کے مختلف اسفار اسی غرض کے لیے کیے تھے۔

سوال: ہندوستان میں آپ کو کس طرح کا تعاون حاصل ہوا؟

جواب: فراہی صاحب کی کوئی بھی کتاب ایک بار کے بعد دوبارہ شائع نہیں ہوئی۔ لہذا پاکستان کا دائرہ حمیدیہ یا کہیں اور سے ملنے کا سوال ہی نہیں تھا۔ لہذا میں نے مختلف لوگوں سے ملنے کا پروگرام بنایا۔ جن لوگوں کو میں جانتا تھا ان کے پاس گیا اور ان سے اپنا مدعا بیان کیا۔ مجھے تعجب ہے کہ ہندوستان میں میں جس کے یہاں بھی گیا مجھے محسوس ہوا کہ ہر شخص نے میرے کام کو اپنا کام جانا اور مجھے ہر طرح کا حسن تعاون یہاں ملا۔ کئی لوگوں نے تو بہت ہی زیادہ ایثار و قربانی سے کام لیا۔ ان کے پاس بعض کتابوں کے ایک ہی نسخے تھے وہ انھوں نے مجھے عنایت کر دیے۔

سوال: مدرسۃ الاصلاح میں بھی فراہی صاحب کی تصنیفات اور مسودات تو موجود ہوں گے؟

جواب: پہلے تو ہم نے مطبوعات کی فراہمی پر توجہ دی جب وہ ساری کی ساری مل گئیں تو پھر مسودے کے لیے مولوی بدر الدین صاحب سے رجوع کیا اور لوگوں کو اس سلسلے میں ان سے کچھ شکایات ہیں۔ بہر حال ہمیں شاید مسافر نوازی کے سبب اس کی اجازت رہی بلکہ ہم تو ان کے مہمان بھی ہوتے رہے اور جتنا ممکن ہو سکا ان مسودات سے استفادہ کیا۔ نوٹس بھی لیے۔

سوال: تدبر قرآن اور تفہیم القرآن کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے یعنی میں چاہتا ہوں کہ دونوں کے اسلوب اور انداز تفہیم پر آپ کی رائے جانوں؟

جواب: سب سے پہلی بات تو یہ کہ دونوں ہی تفسیروں کو میں نے بالتفصیل نہیں پڑھا ہے۔ دونوں کے مقدمے پڑھے ہیں اور جستہ جستہ دیکھا ہے اس لیے کوئی ناقدانہ رائے تو نہیں دے سکتا البتہ چونکہ دونوں ہی تفسیریں میرے پاکستان کے زمانہ قیام کے دوران لکھی گئیں اس لیے میری جو رائے بھی ہوگی خالص تاثراتی ہوگی۔ میری رائے میں دونوں تفسیریں بالکل الگ ہیں۔ دونوں کا اسلوب اور منہج بھی الگ ہے۔ مولانا مودودی کے مخاطب عام لوگ ہیں اس لیے ان کا انداز دعوتی ہے جب کہ تدبر قرآن کے مخاطب عام لوگ نہیں ہیں اور وہ علمی تفسیر ہے لہذا دونوں تفسیروں کے موازنے کے لیے جو بنیادی شرائط ہیں وہی پوری نہیں ہوتیں۔ لہذا ان کا موازنہ کیا بھی نہیں

جانا چاہیے۔ ہاں اگر موازنہ ہی کرنا ہے تو نظام القرآن اور تدبر قرآن میں کرنا چاہیے اور اس موضوع پر حالیہ سیمینار میں بھی کوئی مقالہ پڑھا جانا چاہیے تھا لیکن یہ نہیں ہوا بلکہ میرا احساس تو یہ ہے کہ انتہائی سطحی موضوعات منتخب کیے گئے۔ اور ایسا لگتا ہے کہ کسی طالب علم سے ہو الیا۔ میرا خیال ہے کہ علامہ فراہی اور مولانا اصلاحی کے تفسیری کاموں کا موازنہ اس سیمینار کا اہم موضوع ہونا چاہیے تھا۔ البتہ اس میں وقت لگتا۔ اسی طرح سیمینار میں مولانا اصلاحی کا سوانحی خاکہ بھی موضوعات میں شامل نہیں تھا۔ اسی طرح ان کی زندگی کا ایک اہم پہلو جماعت اسلامی سے تعلق کا ہے اس کے بارے میں ان کے جو ارشادات ہیں ان میں سے بعض میرے پاس بھی قلم بند ہیں۔ ان کا بھی جائزہ لینے کی ضرورت تھی اور خاصی اہم ہیں۔

سوال: تدبر قرآن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اصلاً یہ علامہ فراہی کا کارنامہ ہے؟

جواب: ہاں اگرچہ تدبر قرآن میں خود مولانا اصلاحی نے اس کی صراحت کی ہے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ صحیح نہیں ہے بلکہ مجھے تو ان کے دعوئ وراثت میں اور خلیفہ و امین ہونے پر بھی سخت اعتراضات ہیں کیونکہ اس سلسلے میں ان پر جو ذمہ داریاں عائد ہوتی تھیں وہ انھوں نے پوری نہیں کیں۔ اس کا صحیح طریقہ یہ تھا کہ پہلے علامہ فراہی کی جو تفسیریں تھیں یا تفسیری حواشی اور مسودات تھے ان کو بعینہ اسی شکل میں شائع کیا جاتا۔ دائرہ حمیدیہ سے مولانا اصلاحی نے علامہ فراہی کا سارا سرمایہ منگوالیا اور مسودات تو پھر واپس کردیے لیکن قرآن کے دو نسخے جن پر علامہ فراہی نے حواشی لکھے تھے انھیں تو واپس کرنے سے بھی انکار کردیا یہ کوئی طریقہ نہیں کہ کسی کا سارا مواد لے کر آپ نئے سرے سے ایک تفسیر لکھ ڈالیں۔ میری اس سلسلے میں ان سے گفتگو بھی رہی اور وہ کہتے بھی رہے کہ فراہی صاحب کے مسودات شائع کردوں گا۔ لیکن تدبر قرآن تو شائع ہوتی رہی اور مسودات رکھے رہے۔

سوال: آپ نے مولانا اصلاحی سے بھی پڑھا ہوگا؟ وہ مدرسۃ الاصلاح سے کب فارغ ہوئے اور کب تک تدریسی خدمات انجام دیں؟

جواب: مجھے مولانا اصلاحی سے پڑھنے کا موقع نہیں ملا۔ اس سے پہلے وہ اصلاح سے جاچکے تھے۔ مدرسۃ الاصلاح سے جو نوٹس میں نے حاصل کیے ہیں ان کے مطابق مولانا امین احسن اصلاحی

(باقاعدہ مدرسے کے فارغ التحصیل نہیں تھے یعنی اصلاح میں انھوں نے اپنی تعلیم ادھوری چھوڑ دی تھی اور مدینہ بجنور میں ایڈیٹری شروع کردی تھی۔ کوئی دو ڈھائی سال ادھر ادھر رہے۔ اس کے بعد ۱۹۲۵ء میں علامہ فراہی کے بار بار توجہ دلانے پر وہ مدرسہ پر بحیثیت استاد تشریف لائے جہاں انھیں دیگر اساتذہ کی طرح ہی ۲۵ روپے ماہوار مشاہرہ ملتا تھا۔ (بعض لوگوں کے مطابق مولانا اصلاحی پاکستان جانے سے پہلے ہی مدرسۃ الاصلاح چھوڑ چکے تھے اس لیے یہ الزام بھی غلط ہے کہ مولانا مودودی انھیں پاکستان زبردستی لے گئے اور دائرہ حمیدیہ جو ایک نوزائیدہ علمی ادارہ تھا وہ مولانا اصلاحی کی سرپرستی سے محروم ہوگیا)

سوال: مولانا صدرالدین اصلاحی کے علمی مقام و مرتبہ اور طریق تدریس کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے، وہ تو آپ کے استاد بھی رہے ہیں؟

جواب: میرا خیال ہے کہ مولانا صدرالدین اصلاحی صاحب کا طریقہ تدریس مدرسۃ الاصلاح کے عام اسلوب سے ہٹ کر تھا۔ ان کا طریقہ لیکچر دینے کا ہوتا تھا۔ ہاں دونوں کے اسلوب تحریر کے بارے میں مولانا عبدالماجد دریا آبادی کا ایک جملہ چاہیں تو نوٹ کرلیں جس کے راوی مولانا امین احسن اصلاحی ہی ہیں:

"عبدالماجد دریا آبادی کا ایک خط آیا، بھئی تم جو کچھ لکھتے ہو (علامہ فراہی کے تعلق سے) وہ تو پڑھنے کے قابل ہوتا ہے اور اس کا حق تم ہی ادا کرسکتے ہو، اور مولوی صدرالدین جو کچھ لکھتے ہیں اسے پڑھ کر وحشت ہوتی ہے۔"

سوال: بعض حلقوں کا کہنا ہے کہ مولانا صدرالدین اصلاحی اگر جماعت اسلامی میں نہ جاتے اور دائرہ حمیدیہ سے وابستہ رہتے ہوئے علامہ فراہی کے فکر یا قرآنی خدمات انجام دیتے تو آج جس مقام پر ہیں اس سے کہیں آگے ہوتے؟

جواب: ہوسکتا ہے کچھ لوگوں کا یہ خیال ہو۔

سوال: ہندوپاک میں مولانا اصلاحی مولانا فراہی کے شاگرد رشید بلکہ علمی و فکری جانشین کے طور پر جانے جاتے ہیں، کیا آپ اس سلسلہ میں کچھ روشنی ڈالنا پسند فرمائیں گے؟

جواب: میرا اپنا اندازہ تو یہ ہے کہ مولانا اصلاحی علامہ فراہی سے ہمیشہ بھٹکتے رہے اور فراہی

صاحب انہیں پکڑ پکڑ کر لاتے رہے اب دیکھئے نہ فراہی صاحب کی موجودگی میں اصلاحی صاحب مدرسہ اور فراہی صاحب کو چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے اور اخبار نویسی شروع کر دی۔ حالانکہ فراہی صاحب اخبار نویسی کو سب سے کم تر درجے کا مشغلہ سمجھتے تھے۔ مدینہ بجنور میں جانے کے لیے تو انہوں نے علامہ فراہی سے مشورہ تک نہیں کیا وہ مولانا عبد الرحمن نگرامی کے زیر اثر زیادہ رہے انہیں کے مشورے سے مدینہ بجنور کو join کیا۔ مدینہ بجنور سے انہیں آفریں ملی کہ انہوں نے ایک مضمون لکھ کر بھیجا جسے اخبار میں باکس (Box) میں نمایاں کر کے شائع کیا گیا۔ ظاہر ہے اس سے مولانا اصلاحی کا حوصلہ بڑھا اس کے بعد جب آفر ملی تو پس و پیش میں رہے کہ تعلیم پوری کریں یا سب ایڈیٹری کریں۔ بالآخر مولانا نگرامی کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے مدینہ بجنور چلے گئے۔

سوال: پاکستان اور ہندوستان دونوں ملکوں میں اصلاحی طرز کے مدارس ہیں۔ ان میں آپ کو کوئی بنیادی فرق محسوس ہوتا ہے؟

جواب: نہیں، مدارس کے نظام تعلیم میں کوئی فرق نہیں ہے۔ ندوہ، اصلاح اور جامعۃ الفلاح کو چھوڑ کر طرز تعلیم بہت ہی روایتی سا ہے۔ البتہ پاکستان میں مدارس نے عصری تعلیم گاہوں کے برابر مراعات حاصل کر لی ہیں۔ وہاں سے فراغت کے بعد براہ راست پی ایچ ڈی ہو سکتی ہے جبکہ ہندوستانی مدارس سے فراغت کے بعد عصری تعلیم گاہوں کا رخ کرنے میں بڑی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

☆ ☆ ☆

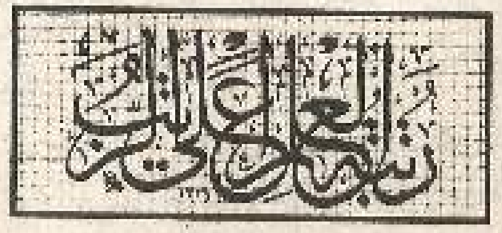

ذاہب عالم

جَین مَت

پہلی قسط

انیس احمد فلاحی

جین کی تحقیق

لفظ جین کے دو معنی آتے ہیں:

(۱) جین اسم فاعل ہے "جی" سے، جس کے معنی جیتنے اور فتح پانے کے آتے ہیں۔ "جین" یعنی فتح پانے والا۔ لہٰذا جین وہ لوگ ہوئے جنھوں نے اپنے نفس پر فتح پالیا ہو اور تن و دل کو جیت کر اپنے قابو میں کر لیا ہو۔ اور چونکہ اس مذہب میں "نجات" تن و نفس پر مکمل قابو پائے بغیر ممکن نہیں اس لیے اس مذہب کو جین مت کہا جانے لگا۔

(۲) لفظ جین کے دوسرے معنی "عارف" کے آتے ہیں۔ اور اس لحاظ سے "جین مت" کے وجہ تسمیہ کی دو توجیہیں کی جا سکتی ہیں۔

الف: بانیِ مذہب کے لقب "جین" کی جانب نسبت کر کے اس مذہب کو جین مت اور اس کے پیروکار کو "جینی" سے موسوم کیا جاتا ہے یعنی وہ شخص جو مہاویر جین سوامی کا متبع اور پیروکار ہے۔

ب: جین مت میں چونکہ نجات معرفت کی صورت میں حاصل ہوتی ہے اس لیے اسے "جین مت" کہا جانے لگا۔ یعنی اس مذہب کا تعلق "معرفتانہ مذاہب" یا "گیان مارگ" سے ہے "کرم مارگ" سے نہیں۔

اصطلاحی تعریف

جین مت، برہمنی مت سے ہی نکلا ہوا ایک ہندوستانی مذہب ہے جس کا چھٹی صدی قبل مسیح میں، برہمنی مت کے جبر و استبداد کے خلاف ردعمل کے طور پر مہاویر جین سوامی کے ہاتھوں ظہور ہوا۔ اور جس کی بنیاد عقیدہ کرم و آواگون پر یقین اور اس سے نجات کے حصول کی جدوجہد کرنے پر مبنی ہے۔ اور یہ نجات نفس کشی کی عجیب و غریب ریاضتوں اور ایسے کڑے اصولوں پر مبنی ہے جس سے انسان کی خواہشات و تمناؤں کا سرے سے وجود ہی ختم ہو جائے۔

جین مت کی قدامت

جین عقیدہ کے مطابق جین مت ایک ابدی مذہب ہے جو ازل سے چلا آرہا ہے۔ اس خیال میں کس قدر صداقت ہے اس کا اندازہ ہر قاری خود لگا سکتا ہے البتہ ضرور کہا جا سکتا ہے کہ جین مت کی ابتدائی شکل ویدک عہد میں موجود تھی کیونکہ جین مت کے تیرتھنکروں (رشبھ اور ارشٹ نیمی) کا ذکر رگ وید میں موجود ہے۔ ''رشبھ دیو'' کی کہانی پوری کتھا ''وشنو پران'' اور شریمد بھگوت پران میں ملتی ہے۔

جینوں کا خیال ہے کہ ہر دور میں مختلف وقفوں کے ساتھ یکے بعد دیگرے چو تیرتھنکر (مصلح) پیدا ہوتے رہے ہیں جو اپنے اپنے زمانے میں جین مت کی اصلاح اور احیاء کا کام انجام دیتے رہے ہیں۔ ان مصلحین کے نام درج ذیل ہیں:

۱۔ رشبھ دیو	Rashabhdew	۱۳۔ شری بمل ناتھ	Shri Bimal Nath
۲۔ اجت ناتھ	Ajat Nath	۱۴۔ اننت ناتھ جی	Anant Nath Jee
۳۔ سمبھو ناتھ	Shambhu Nath	۱۵۔ شری دھرم ناتھ	Shri Dharam Nath
۴۔ نندان	Nandan	۱۶۔ شانتی ناتھ	Shanti Nath
۵۔ سمتی ناتھ	Samati Nath	۱۷۔ کنت ناتھ	Kanti Nath
۶۔ پدم پربھ	Padam Prabha	۱۸۔ ارہ ناتھ	Arah Nath
۷۔ سپارشو ناتھ	Saparish Nath	۱۹۔ مالی ناتھ	Mali Nath
۸۔ چندر پربھ	Chandra	۲۰۔ مونی سوامی	Muni Nath
۹۔ سبدھی ناتھ	Sabadhi Nath	۲۱۔ نامی ناتھ	Nami Nath
۱۰۔ شیتل ناتھ	Sheetal Nath	۲۲۔ ینام ناتھ	Yanam Nath
۱۱۔ شری یانس	Shriyans	۲۳۔ پارس ناتھ	Paras Nath
۱۲۔ شری باسو دیو	Shri Basu Dew	۲۴۔ مہاویر جین سوامی	Maha Bir Swami

مہاویر جین سوامی آخری مصلح تھے۔ اب آپ کے بعد اس دور میں کوئی اور تیرتھنکر نہیں آئے گا۔

جینیوں کے اس دعویٰ (جین مت کی ابدیت) سے یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ جینیوں نے نہ اپنی تاریخ محفوظ رکھی ہے اور نہ ہی انھیں جین مت کے آغاز کا علم ہے۔ اور ظاہر ہے جو قوم اپنی تاریخ کو بھی محفوظ نہ رکھ پائے وہ دیگر امور کو کیا محفوظ رکھ سکتی ہے۔

ہندوؤں کی کتب مقدسہ میں بشارت محمدیہ ﷺ

ابو طلحہ فلاحی

بشارت کے باب میں علماء ہند کی کاوشیں

اس موضوع پر علماء ہند کی کاوشیں قابل قدر ہیں۔ ''بشارات محمدیہ'' کے نام سے شیخ محمد پانی پتی (۱۳۰۶ھ) کی کتاب انتہائی عمدہ اور جامع کتاب ہے جس کی تلخیص مشہور مناظر ثناء اللہ امرتسری صاحب نے ''محمد رشی'' کے نام سے کی ہے۔ شیخ محمد مطیع الرحمٰن کی کتاب ''دوم معنی'' اور شیخ شمس نوید عثمانی کی کتاب ''اگر اب بھی نہ جاگے تو'' اس موضوع پر معرکۃ الآراء ہیں۔ البتہ مؤخر الذکر میں بعض تاویلیں محل نظر ہیں۔

غیر مسلموں نے بھی اس موضوع پر خامہ فرسائی کی ہے۔ چنانچہ عبد الحق ودیارتھی نے اپنی کتاب ''میثاق النبیین'' میں توریت و انجیل، وید، پران اور ژند اوستا کی تمام توں کو جمع کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہ کتاب ۱۹۳۶ء میں زیور طبع سے آراستہ ہوئی اور متعدد زبانوں میں اس کا ترجمہ کیا گیا۔

''وید پرکاش'' نے بھی اس موضوع پر دو رسالے لکھے ہیں اور راجیش پرکاش نے اس پر لکھی گئی محترم سلام اللہ صدیقی کی کتاب کا پیش لفظ لکھا ہے جس میں انھوں نے اعتراف ۔ ''اتھروید'' میں لفظ ''نراشنس'' آیا ہے جو دو لفظوں سے مرکب ہے ''نر'' جس کے معنی اور ''اشنس'' جس کے معنی وہ شخص جس کی تعریف کی گئی ہو یعنی وہ انسان جس کی لوگوں نے کی ہو۔ ''محمد'' کے بھی یہی معنی آتے ہیں۔ یہ لفظ صرف آپ پر ہی مکمل صادق آرہا ہے اس کا مصداق آپ کے علاوہ کسی دوسرے کو قرار دینا غلط ہوگا۔

قادیانیوں نے قرآن کریم کے اپنے ترجموں اور تفسیروں میں اس موضوع پر مفصل ل ہے۔ شیخ ادیار صاحب نے بھی اپنی مشہور کتاب ''اسلام جس سے مجھے عشق ہے'' میں ایک اس موضوع کے لئے خاص کیا ہے۔

ویدوں اور پرانوں میں آنحضرت ﷺ کی آمد اور آپ کی صفات کا تذکرہ موجود ہے "بھوشیہ پران" اور "بھگی پران" میں تو یہ بشارتیں ہر باب میں موجود ہیں۔ پیش نظر "اتھروید" اور "رگ وید" کی دو بشارتوں کے ذکر پر اکتفا کروں گا۔

اتھروید کی بشارتیں

اتھروید کے بیسویں باب کے کچھ منتر "کنتاپ سوکت" کہلاتے ہیں۔ جس کے معنی "پیٹ کی پوشیدہ گلٹیاں" یہ نام ان منتروں کا غالباً اس لئے رکھا گیا کہ ان کا راز آئندہ زمانہ میں ظاہر ہونے والا تھا۔ ان منتروں کی جانب توجہ دلانے کے لئے یگیہ اور قربانیوں میں ہر سال ان منتروں کو بڑے اہتمام کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔ کنتاپ سوکت کا پہلا منتر ملاحظہ ہو:

"اے لوگو! یہ (بشارت) احترام سے سنو محمد (ﷺ) تعریف کیا جائے گا۔ ساٹھ ہزار اور نوے دشمنوں میں اس ہجرت کرنے والے، امن پھیلانے والے کو ہم حفاظت میں لیتے ہیں۔"

اس بشارت میں آپ ﷺ کا اسم گرامی صراحتاً موجود ہے اور اس میں بیان کی گئی صفات اور ذکر کئے گئے امور مکمل طور پر صرف آپ ﷺ پر ہی صادق آرہے ہیں۔

پہلی بات: اس منتر میں یہ بات بتائی گئی ہے کہ "محمد تعریف کیا جائے گا" ارشاد باری ہے "ورفعنالك ذكرك"۔ آنحضرت ﷺ کا ذکر جمیل ہر سو عام ہے۔ اپنوں کا تو ذکر ہی کیا غیر بھی ہمیشہ آپکی تعریف میں رطب اللسان رہتے ہیں۔ حتیٰ کہ ان مستشرقین نے بھی (جن کا شیوہ اسلام دشمنی ہے) آپ ﷺ کی حسن تدبیر، عقل کی پختگی، سیرت و کردار کی بلندی کی گواہی دی ہے۔

دوسری بات: اس منتر میں آپکی جائے پیدائش کی آبادی تقریباً ساٹھ ہزار سے کچھ زائد بتائی گئی ہے۔ "ابن اثیر" نے مکہ کی آبادی کے بارے میں لکھا ہے کہ آپ کی پیدائش کے وقت اس کی آبادی ساٹھ ستر ہزار تھی۔

تیسری بات: اس منتر میں یہ بتائی گئی ہے کہ آپ ﷺ ہجرت کریں گے چنانچہ آپ ﷺ نے مدینہ منورہ کی جانب ہجرت کی، جس کی تفصیلات زبان زد خاص و عام ہے۔

چوتھی بات: اس منتر میں یہ بتائی گئی ہے کہ یہ "محمد" امن پھیلانے والے ہونگے۔ تاریخ شاہد ہے آپ اس قدر ہمہ گیر انقلاب جس امن کے ساتھ لائے کوئی بھی انقلاب نہ آسکا۔ صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے موقعہ پر آپ ﷺ کا بے مثال صبر اس کی بین دلیل ہے۔ آپ ﷺ کی اعلیٰ تعلیمات سے عرب کے وحشیوں کو جو امن و سکون ملا اس کا اندازہ آپ اس سے لگائیں کہ عورت زیورات لئے ہوئے صنعاء سے اکیلے مکہ چلی جا رہی ہے اور کوئی اس کی جانب بری نگاہ ڈالنے والا نہیں۔

پانچویں بات: اس منتر میں یہ بتائی گئی ہے کہ اس کی حفاظت ہم کریں گے۔ ارشاد باری ہے "واللہ یعصمک من الناس" یہ صفت بھی آپ ﷺ پر بھرپور صادق آرہی ہے۔ [illegible] مرنے کے بعد بھی آپ کی لاش کی حفاظت کی گئی اور تاقیامت ان شاءاللہ کی جاتی رہے

رگ وید کی ایک اہم بشارت

رگ وید میں آپ کی آمد کے متعلق استعارہ کے انداز میں ایک پیشن گوئی ان الفاظ میں مذکور ہے: "اس مامح رشی کو سو دینار، دس تسبیحیں، تین سو گھوڑے اور دس ہزار گائیں دی گئیں"۔

"ما" یعنی بہت زیادہ "مح" یعنی تعریف کیا گیا۔ یعنی محمد عربی کو اللہ رب العزت نے سو طلائی دینار یعنی وہ صحابہ کرام دیئے جنہوں نے مکہ کے پرفتن دور میں مکہ سے حبش کو ہجرت کی اور دس تسبیحوں سے مراد عشرہ مبشرہ ہیں اور تین سو گھوڑوں سے مراد اصحاب بدر ہیں جو تین سو تیرہ تھے اور دس ہزار گایوں سے مراد وہ صحابہ کرام ہیں جو فتح مکہ کے موقعہ پر آپ کے ساتھ تھے۔

فتح مکہ میں شریک صحابہ کرام کو "دس ہزار گایوں" سے تعبیر کیا گیا ہے کیونکہ گائے رعب، جلال اور ہلاکت کی بھی مظہر ہے اور صلح و اتفاق اور اتحاد کی بھی علامت ہے (دیکھئے رگوید منڈل ۵ سوکت ۵۶ منتر ۳ اور رگوید منڈل ۱۰ سوکت ۱۱۴ منتر ۳) یعنی اصحاب محمد ﷺ گائے کی طرح مقدس اور رحم و محبت کے مجسمہ ہیں اور اندر دیوتا کی طرح بارعب اور خوف ناک بھی۔ ارشاد باری ہے: "محمد رسول الله والذين معه أشداء على الكفار رحماء بينهم" (۴۸: ۲۹)

مذکورہ بالا منتر میں حسب ذیل باتیں قابل غور ہیں:

☆ اس منتر میں محمد رسولؐ کا صفاتی نام جو ذاتی نام سے بھی کسی قدر مشابہ ہے موجود ہے۔

☆ آپ کو رشی یا پیغمبر بتایا گیا ہے۔

☆ آپؐ کو سو خالص سونے کے دینار یعنی سابقون الاولون صحابہ کرام کے دیئے جانے کا ذکر ہے۔

☆ عشرہ مبشرہ یعنی باقبال جنت کے دس گلو بندوں کا عطیہ۔

☆ غزوہ بدر میں شریک ۳۱۳ نادر رشی اصحاب بدر کا ذکر۔

☆ فتح مکہ کے وقت دس ہزار قدسیوں کی جماعت کا ذکر۔

یہ ساری خوبیاں اور نشانات تاریخ انسانیت میں محمد ﷺ کے علاوہ کسی بھی پیغمبر کی سوانح حیات میں نہیں ملتے ہیں۔ نیز یہ تمام نشانیاں اسی ترتیب سے آپ کی زندگی میں ظہور پذیر ہوئی ہیں۔

کیا یہ بشارتیں حقیقی ہیں؟ اس سلسلے میں مسلم مفکرین کے دو مختلف نقطہ ہائے نظریات پائے جاتے ہیں۔

(۱) یہ بشارتیں اصلی ہیں۔ وید اگرچہ آسمانی کتب نہیں ہیں لیکن یہ بات ثابت ہے کہ آریوں کی ہجرت ہند کی جانب عہد ابراہیمی ہی میں ہوئی تھی۔ اور یہ لوگ عراق سے ہوتے ہوئے ہندوستان پہونچے تھے۔ چنانچہ وہ اپنے ساتھ بعض بابلی، کلدانی افکار، نظریات بھی لے آئے تھے جس کی تحقیق موہن جوداڑو کی کھدائی میں ملنے والے بعض نشانات سے ہوتی ہے۔ ہو سکتا ہے انھوں نے ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا ''ربنا وابعث فیھم'' سے یہ بشارت لے لی ہو۔ اس قیاس کی تائید اس امر سے بھی ہوتی ہے کہ انھیں بعض مفکرین کے بقول برہمن دین ابراہیمی کے پیروکار ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔

ابوالفضل السلکسی لکھتے ہیں: ''انھیں برہمن خدائے واحد کے اعتراف اور نبوت ابراہیمی کے علاوہ بقیہ نبیوں کی تکذیب کی بنا پر کہتے ہیں''

ڈاکٹر پران ناتھ اپنے ایک مقالہ میں جو ٹائمس آف انڈیا کے ماہ اگست ۱۹۳۵ء کے ایک

میں شائع ہوا تھا، لکھتے ہیں: ''رگ وید کی اکثر تعلیمات توریت اور ابراہیم علیہ السلام کے صحیفوں سے ماخوذ ہیں۔''

اس رائے کے قائلین کا کہنا ہے کہ یہ خیال غلط ہے کہ پرانوں میں پیشین گوئیاں بعد میں داخل کی گئیں ہیں کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو آج ہندوستان کے کسی گوشہ میں کوئی نہ کوئی پران تو کسی برہمن کے گھر سے ایسا ملتا جو پیشین گوئیوں سے خالی ہوتا۔

(۲) یہ بشارتیں الحاقی ہیں۔ ہندوؤں نے عہد اسلامی میں مسلمانوں کو خوش و راضی کرنے کے لیے یہ بشارتیں ویدوں اور پرانوں میں داخل کر دی ہیں۔ ڈاکٹر سلطان حسین صاحب مرحوم (آپ شبلی کالج اعظم گڑھ میں سنسکرت کے ایک ماہر استاد تھے اور ہندوستانی مذاہب پر گہری نظر رکھتے تھے) اس رائے کے سب سے بڑے حامی تھے۔ ان کا یہ خیال ہے کہ بھوشیہ پران اور کلکی پران عہد اسلامی ہی میں لکھے گئے ہیں اور ان دونوں پرانوں میں کثرت سے بشارتیں موجود ہیں۔ ڈاکٹر ضیاء الرحمن صاحب اعظمی بھی اسی رائے کے قائل ہیں اور اس کے حق میں انھوں نے درج ذیل دلیلیں پیش کی ہیں:

(۱) ہندوؤں کی اکثر مقدس کتابوں کا ترجمہ عہد مامونی میں ہو چکا تھا لیکن عہد عباسی میں مذاہب پر لکھنے والے کسی بھی مؤلف نے ان کتابوں میں بشارتوں کے موجود ہونے کا ذکر نہیں کیا ہے۔

(۲) امام ابوالریحان البیرونی (۴۴۰ھ) جنھوں نے سنسکرت زبان کو سیکھ کر ہندوستانی مذاہب، معتقدات اور رسوم و رواج پر اپنی مشہور کتاب ''**تحقیق ما للھند من مقولہ مقبولہ**'' لکھی، انھوں نے ان بشارتوں کی جانب کوئی اشارہ نہیں کیا ہے درآنحالیکہ آپ نے ہندو مذہب کے مصادر کا براہ راست مطالعہ کیا تھا۔

یہ آخری رائے زیادہ درست معلوم ہوتی ہے کیونکہ ہندو مذہب ایک ایسا جامع مذہب ہے جو ہمیشہ دوسرے مذاہب کی روح کو فنا کرنے اور ان کی بعض تعلیمات کو اختیار کر کے ان کو اپنے اندر سموتا رہا ہے۔ جین مت اور بدھ مت اس کی زندہ مثالیں ہیں۔ اسلام کو بھی ختم کرنے کے لیے انھوں نے آنحضرت ﷺ کے متعلق بشارات اپنی کتابوں میں لکھوا دیں تاکہ آپ کو

بقیہ صفحہ (۱۶) پر

ذکر جلیل ضمیمہ (۲)

عبدالباری فلاحی

مولانا سید سلیمان ندوی نے "لغات جدیدة" کے نام سے ایک لغت ترتیب دی تھی جو عربی زبان کے تقریباً پانچ ہزار الفاظ کی تشریح و تحقیق پر مشتمل ہے جو ان کے زمانے میں عربی زبان میں مستعمل تھے اور جن کے بغیر عربی خواں عربی اخبارات، رسائل اور جدید تصنیفات سے کما حقہٗ استفادہ نہیں کر سکتا تھا۔ اس کے اندر عربی زبان کے مولد اور دخیل الفاظ پر بھی بحث کی گئی ہے۔ بعد میں مولانا مسعود عالم ندوی نے اس پر مزید اضافہ کیا تھا۔ اس اضافہ جدید کے ساتھ مطبع معارف اعظم گڑھ سے ۱۹۳۸ء بمطابق ۱۳۵۷ھ میں شائع ہوئی تھی۔

مولانا جلیل احسن ندوی نے اس پر جا بجا حواشی تحریر فرمائے تھے۔ یہ تو معلوم نہیں ہو سکا کہ مولانا سید سلیمان ندوی یا کسی اور کے ایماء پر آپ نے کام شروع کیا تھا یا بذات خود اپنی دلچسپی اور ضرورت کی بناء پر۔ لیکن ان حواشی کے مطالعے سے یہ ضرور اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ زبان و بیان کی باریکیوں اور نزاکتوں، ان کے اتار چڑھاؤ اور قدیم و جدید الفاظ کی اصل اور مستعمل معانی پر آپ کی کتنی گہری نظر تھی۔ فصیح و غیر فصیح میں امتیاز کا آپ کو کس قدر ملکہ حاصل تھا۔ وسعت نظر کے لحاظ سے آپ کتنے اونچے مقام پر تھے۔

گرچہ یہ حواشی پوری لغت کا احاطہ نہیں کرتے بیشتر آغاز کتاب میں ہیں، کچھ حصہ درمیان میں، آخری حصہ کلیۃً رہ گیا ہے۔ لیکن یہ جس قدر ہیں بالخصوص فن علم کے لئے ایک قیمتی سرمایہ ہیں ان کے علم و معرفت کو ان سے ضرور جلا ملے گی۔ اسی لئے ذیل کے سطور میں ان کو دیا جا رہا ہے۔

پہلے جدول میں "لغات جدیدة" کے وہ الفاظ مع معانی نقل کئے جا رہے ہیں جن پر مولانا نے حواشی ہیں اور دوسرے جدول میں مولانا کے حواشی تحریر کئے جا رہے ہیں تاکہ دونوں میں امتیاز و تقابل کیا جا سکے۔

آفندی: افندية: شرفاء کے نام کے ساتھ "جناب" کی جگہ، موجودہ عربی میں مستعمل ہوتا ہے	مگر "حضرة" کیوں نہیں استعمال کرتے۔
اکسجین: آکسیجن سے بنا ہے جو ایک عنصر ہے۔	الأكسيجين
الای: الايات: رجمنٹ، فوج کا دستہ، ترکی لفظ	الای کی جگہ "فيلق" یا "فرقة" لکھنا چاہیے۔
ابرق: تار دینا، ماخوذ از برق	اصل "إلى" آتا ہے مگر ارسلت اليه برقية زیادہ مستعمل ہے۔
ابزن: ابازن: نہانے کا کٹہرہ، فارسی لفظ آب زن سے بنا ہے۔	المغطس
ابعادية: جاگیر، دیکھو العادية	الحقل اشهر، الأقطاع
ابلو: اپیل کا معرب ہے، انگریزی	المرافعة
اتابک: افسر ترکی	اتابک کی جگہ "رئيس" و "الضابطة"
اتجاہ، اتجاهات: رجحانات	حالانکہ "اتجاہ" بھی کہیں کہیں فصحاء کے یہاں دیکھا ہے مگر اس کی جگہ "الميول والعواطف" بہتر ہے
اتعاب: فیس، محصول، تعب کی جمع ہے مولد	اس سے اچھا تو "الرسوم" یا "الاجرة" ہے۔
اتكيت: آداب مجلس، انگریزی لفظ "اٹیکیٹ"	اس کی جگہ "آداب المجلس" کہنا چاہیے۔
انتيكخانة عراقی: انتیک، آثار قدیمہ کا عجائب خانہ	اس کے لئے فصیح "المتحف الاثری" ہے
اجزاء خانہ: دواخانہ، ڈسپنسری، اجزاء سے گویا دوائیں مراد ہیں اور خانہ فارسی لفظ ہے، عربی زبان میں یہ لفظ ترکی کے واسطے سے آیا ہے۔	اس کی جگہ "الصيدلية" یا "دار الادوية" لکھنا چاہیے۔
اجزاءی: اجزائی، دوا فروش، عطار، صیدلی۔	الاجزاء کی [illegible]
احتلال: ملک پر غیر قوم کا قبضہ، ملک پر غیر قوم کا آکر قبضہ کرنا یہ لفظ "حل" سے مشتق ہے اس	عام [illegible] معروف بھی استعمال کرتے ہیں مگر اس کی جگہ "الاحتياز" لکھنا چاہیے۔

کے معنی کسی شخص یا قوم کا کسی مقام پر وارد ہونا ہے	
اخطار: انذار، دھمکی	الایعاد و التهديد افصح ولم يرد هذا المعنى في لغة العرب۔
اختان: کاری کا کپڑ، ممنت خانہ، جس ان کا واحد ہے جو فارسی خانہ کا معرب ہے۔	اس کو ترک کرنا ضروری ہے اس کی جگہ الادوه افصح تر ہے احمد زکی نے دیوان لکھا ہے، وہ بھی فصیح ہے۔
ادب خانہ: پاخانہ ترکی سے نقل ہو کر آیا ہے	الکنیف لکھنا چاہیے۔
الادب المکشوف: عریاں لٹریچر	اس لفظ کو دور کی علامت نے وضع کیا ہے۔
ادراج: اخبار میں کسی خبر یا مضمون کو شائع کرنا، اصلی معنی لپیٹنا۔	اس کے بجائے "النشر" آتا ہے۔
ادرس: پتا نامہ "ایڈریس" کی تعریب ہے۔	"كلمة الترحيب" یا "كلمة الشكر" آتا ہے، والاول افصح۔
اذاعة: سرکلر، سرکاری اطلاع عام، پہلے صرف اشاعت کے معنی تھے۔	المنشور الملكي، رہا اذاعہ تو اس وقت براڈکاسٹنگ کے معنی میں آتا ہے۔
اردو: لشکر، لشکر گاہ، ترکی	اترك هذه فإن الجند يكفيها
اردواز: سلیٹ، مصری دارج زبان ہے۔	اللوح الحجرى
ارتقراطیة: شخصی سلطنت، ارسٹوکریسی کا معرب	الادلة الاستبدادية الشخصية
ارکیلة: حقہ، نارجیل کی بگڑی ہوئی صورت ہے نارجیل عربی میں ناریل کو کہتے ہیں چونکہ ابتدائی حقہ ناریل کا تھا اس لئے حقہ کو نارجیلہ کہتے ہیں۔	النارجيل، النارجيلة
ارمید: سمنٹ، شاید "رمد" یعنی خاک سے ماخوذ ہو۔	اس کی اصل "قرمید" ہے اہل مصر ق کے بجائے ہمزہ لاتے ہیں بہر حال، ٹھیک ہے اس کی جگہ الآجر آنا چاہیے۔

اسبانی: ہسپانوی، اسپانی قوم	الاول تو فصیح ہے محب الدین خطیب کی یہی رائے ہے۔
[illegible] آوارہ لڑکا شاعر کی زبان	الخليع
اسبانیا: اسپینیہ، اسپین، اندلس	اسبانیہ غیر منصرف ہے۔
اسبانیون: باشندگان اسپین	باشندوں کے لئے الاسبان کہتے ہیں آخر میں 'ا' اور 'ل' کا اضافہ تقلید ہے۔
[illegible] کوچیان، ترکی	الساق
استعداد: تیاری، تیار ہونا، جنگی سامان سے	بجائے "لام" "اعدوا لأنفسهم عدة الحرب'
استقالة: کسی نوکری یا خدمت سے استعفاء دینا، اصل میں گناہ سے معافی چاہنے کے معنی ہیں، مگر اس معنی میں استعمال ہوا ہے۔ اور اب گویا منفی معنی میں ہو گیا۔	یہ لفظ حریری نے استعمال کیا ہے مگر نوکری سے استعفاء کے لئے "اعتزل من منصب" زیادہ بہتر ہے حکمۃ الجبر فی الاسترداد للشیخ احمدوی۔
استسمح: عذر کرنا، قدیم استعمال "افتعال" سے نہیں۔	مجرد فتح سے آتا ہے "ان اسمح عنکم "اعتذر الیکم" لکھنا چاہیے۔
استنساب: استصواب کرنا	الاستیشارة بجائے "من" استعدی، استصواب استعمال کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ اس کے معنی "راہ صواب" کے ہیں)
استعمار: نو آباد کرنا، کسی مجہول مقام یا وحشی ملک پر کسی سلطنت کا قابض ہونا، اور وہاں آبادی بڑھانا، علم و تمدن پھیلانا، محض "جوع الارض" کی بنا پر کسی آزاد ملک کو غلام بنا لینے کو بھی اب "استعمار" کہتے ہیں۔	الاستعمار اپنے معنی فصیح لکھتے ہیں۔ اور حضرت عمر کے کلام میں آیا ہے۔
المستقی الاخبار: خبروں کا سراغ دیکھو "منتقی"	قدیم لغت میں یہ مادہ انہی معنی میں ملا، میری رائے

	ہے کہ "تفحص الاخبار" یا "التجسس" لکھنا چاہیے۔
استہلاک: ضائع کرنا، صرف کرنا، قرض ادا کرنا، ہنڈیوں کی تجدید کرنا، جیسے استہلاک السندات المالیة۔ مؤخر پہلے دو معنی تقریباً قدیم ہیں۔	ادائے قرض کے لیے 'أدّی دیونه' اور بل، ہنڈیوں کی تجدید کے لیے 'یجددون الوثائق المالیة' لکھو۔
استیداع العفش: گاڑی میں اسباب رکھنا، جمع کرنا، قدیم و جدید معنی میں مناسب ظاہر ہے۔	استیداع تو عربی ہے مگر عفش عربی نہیں ہے وارد زبان کا لفظ ہے۔ اس کی جگہ "الشحن" لانا چاہیے جیسے 'الفلک المشحون'
اسرب: جست، سیسہ، فارسی	جست کے لیے 'الاسرب' مستعمل ہے مگر سیسہ کی عربی "الرصاص" ہے۔ قدما اس کو 'النسا' لکھتے ہیں۔
اسٹریا: ملک آسٹریا	
اسطرلیا: ملک آسٹریلیا	أسترالیة غیر منصرف
اسفنجة: اسفنج کا معرب ہے، جاذب آب، یونانی	القار بہتر اور فصیح ہے۔
اسقاط: کمیشن، قیمت سے کچھ گرا دینا	الحط بہتر ہے 'اسقاط' کے معنی گرا دینے جو ذوق کے خلاف ہے اس کے لیے موجودہ زبان میں "حسم" آتا ہے جو بہتر لفظ ہے۔
اسکوپ: اسکوپس کا معرب ہے فلزات معدنی کو وزن تولی کے ذریعے سے شناخت کا آلہ	لیس بشیئ
اسکوتلاندا: ملک اسکاٹ لینڈ	اسکتلندة
اشاعة: افواہ	اشاعة
اشتراک: خریداری، قیمت سالانہ، چندہ، چندہ کا مفہوم اشتراک سے ادا کیا گیا ہے۔	بعد 'فی' مثلاً إنی اشترک فی مجلة المجمع العلمی

اشتراع: قانون بنانا	قاموس میں مجرد سے یہ معنی لکھے ہے زیادہ بہتر یہ ہے کہ اس کے لیے سن القوانین لکھیں۔ منجد نے اشتراع لکھا ہے وہ قابل وثوق نہیں ہے۔
اشراف: نگرانی کرنا، اصلی معنی اوپر سے جھانکنا	'الضیاء' میں تحت اشراف آتا ہے مگر زیادہ بہتر ہے کہ تحت رعایة استعمال کیا جائے۔
اصدار: اخبار یا رسالہ نکالنا، حکم جاری کرنا، مولد	استعمال ناگزیر ہے، حکم جاری کرنے کے معنی میں قاموس میں نہیں ہے مگر منجد نے نقل کیا ہے 'انفذ' اور 'اجری' فصیح کلام میں آیا ہے۔
اضبارة: اضمومة ج اضابیر واضامیم: فائل، کاغذوں کا مجموعہ، قدیم استعمال سے قریب ہے۔	اضبارة قاموس نے تخریج نہیں کی اور اضمومة کے معنی صرف جماعت کے ہیں۔ مجمع نحوی نے المجموع اختیار کیا ہے جمع مجامیع آتی ہے۔
اضطراب: بدامنی، مولد	اضطراب خلل الامن افصح ہے، "واقلاقة" بھی آسکتا ہے، فرید وجدی اس معنی میں استعمال کرتے ہیں۔
ایطالیا: ملک اٹلی	ایطالیة غیر منصرف
اطلاق النار: فیر کرنا، فیر انگریزی لفظ فائر کی جگہ کا ہے اور 'اطلاق' رہا کرنے، چھوڑنے کے معنی میں تھا اسی کو بندوق چھوڑنے کے معنی میں لے لیا۔	رمی بالبندوقیة اور بالمدافع آنا بہتر ہے علاوہ معنی فیر، ذوق پر گراں ہے "فر" "ترمیة" بھی کیا جاتا ہے۔
اطیان: زمین کاشت، طین سے مولد ہے جس کے معنی مٹی کے ہیں۔	المزرعة
اعتراض: جھگڑا لینا، احتجاج کرنا، از عرض	اعتراض اور اعتراض منجد میں تو آیا ہے مگر قاموس نے اس معنی کی تخریج نہیں کی۔

اعتیادی: معمولی جو عادۃً ہوتا رہتا ہے۔	اس کے بجائے "العادی" مستعمل بہتر ہے۔
اغراضی: جانب داری، طرفداری۔ قدیم لغت میں یہ معنی نہیں ہیں۔	"العصبیۃ" جانب داری اور طرفداری فعل التعصب سے بصلہ لام آتا ہے "هو متعصب لجماعۃ"
اغراض: اسباب، سامان۔ اس معنی میں مولد ہے	الأغراض . المتاع - جمعه امتعة فصیح
اغلبیۃ: کثرت رائے، اغلبیت رائے، اجارتی	الاکثریۃ والکثرۃ الراجحۃ۔ ابن خلدون نے استعمال کیا ہے۔
افادۃ: خط، پیغام	پیغام کی عربی "الرسالۃ" قدیم ہے ومنہ "بلغت رسالات ربی" اور خط کے لیے کتاب، مکتوب، رسالۃ آتے ہیں۔
اقبال: رواج، طلب جیسے "نال الکتاب اقبالاً عظیماً"	حظی بکذا و رزق القبول ونال حظوة عظیمة
اقتران: شادی کرنا، قرینہ (بیوی) سے بنایا گیا ہے	مہمل ہے "التزوج" فصیح اور قدیم ہے۔
اقتضاب: اختصار کرنا، اصلی معنی اقتضب	یہ معنی مہمل ہے، خود اختصار عربی ہے۔
اکلام: ادا تجلہ	
اقلیم: صوبہ	یہ مصر کی بدعت ہے اس کے لیے فصیح لفظ "المقاطعۃ" ہے۔
اقلیم: آب و ہوا	المناخ استعمال کرتے ہیں، کہیں صرف جواء استعمال کرتے ہیں۔
امارۃ: ریاست، [illegible] مولد	امیر شکیب نے "حاضر" "الولایۃ" لکھا ہے۔
امساک: قبض (بیماری) مولد	القبض فصیح قدیم ہے
امضاء: دستخط، دستخط کرنا، مولد	بصلہ "علی" مثلاً "امضی علیہ القاضی"
امیرال: امیر جہازات، یہ لفظ اصل میں "امیر البحر" تھا، یورپ کی زبانوں میں یہ لفظ جا کر "ایڈمرل" ہو گیا	مہمل ہے ہمیں تو امیر البحر ہی چاہیے۔

والقاب میں جب انگریزی سے عربی میں لوگ اس کو پہچان نہ سکے اور ایک اجنبی لفظ "امیرال" کہنے لگے۔	
امریکہ	امریکۃ غیر منصرف واحد امریکی جس کی جمع بقاعدۂ عربی "الامریکیون" ہی آتا ہے۔ مولانا بلیاوی نے القیاس میں اس پر بحث تحقیقی کی تھی
اناضول: اناطول، مقام اناطولیہ واقع ممالک عثمانی	الاناضول فصیح ہے الف کے ساتھ لکھنا غلط ہے۔
انتحار: خودکشی، نحر سے مشتق ہے جس کے معنی گلا کاٹنے کے ہیں، چونکہ اکثر گلا کاٹ کر خودکشی ہوتی ہے اس لیے اس کو انتحار کہتے ہیں	الانتحار متعدی بنفسہ آتا ہے شوقی نے اس غلط کو لیا ہے "قتل نفسہ" قدیم فصیح ہے۔
کسی اخبار یا رسالہ کا شائع ہونا، تمام ملک میں کسی چیز کا پھیل جانا۔	دوسرے معنی میں آتا ہے، پہلے معنی کے لیے الصدور (ن) سے آتا ہے "مثلاً [illegible] فی مصر"
قدیم عجیب چیز، لاثانی	
تاجر اشیائے قدیمہ نادرہ	العادیات فصیح ہے انتیکا مہمل ہے، اسی طرح انتیکہ خانہ بمعنی عجائب خانہ اس کے لیے فصیح "المتحف" ہے ہائے یہ اہل مصر کی بے مائیگی اور حب تقلید کہ انھیں المتحف بھی یاد نہ رہا۔
انتیمون: سرمہ، انگریزی	
الصحۃ: ناسازی صحت، بیماری مولد	فساد صحۃ، اعتلال جسم، اضطرابات عروۃ صحۃ، خاتمہ صحۃ، مگر اس میں ذرا شک ہے
جزائر شرق الہند، جاوا، سماٹرا وغیرہ	جزائر الہند الشرقیۃ
عقد کرنا، جلسہ منعقد ہونا	پہلا معنی غلط ہے، عقد کرنے کی عربی "الانکاح و التزویج"
حکم نافذ کرنا، بھیجنا، مولد	پہلا معنی متعدی بنفسہ دوسرا بصلہ الی

انفرط المجلس او الاجتماع: جلسہ کا برخاست ہونا، "انفراط" کے اصلی معنی "انحلال" کے ہیں اسی سے موجودہ معنی پیدا ہوئے۔	انفراط عقد کے ساتھ آتا ہے الکلمة ورنہ "الانفضاض" لانا چاہیے
انفلونزا: وبا کے زکام جو سرد ملکوں میں خطرناک ہوتی ہے	النزلة او الوافدة اصح
انکلیزی: انگریزی، انگلش	لا يستعمل
اوبرا: مکان الرقص والسرود، انگریزی	المقصف
اوتیل: ہوٹل کا معرب	المطعم
اوده: کمرہ، بالا خانہ، دفتر ترکی	"ض" اور "د" سے لکھتے ہیں جو مہمل الحجرة والقاعة والادارة او الدار
(اللغة) الاوردية: اردو زبان	الأردية اشہر اور اخف ہے۔
اوّل البارحة: یعنی قبل الغد، پرسوں	اوّل البارحة غلط ہے اس لیے کہ البارحة گذشتہ کو کہتے ہیں
اونیورسیتہ: یونیورسٹی کا معرب ہے	الجامعة ج جامعات عموماً اس کی جمع جوامع ہیں جو صحیح تو ہے مگر جامع کی جمع جوامع آتی بمعنی مسجد
اہلی: سودیشی، ملکی، مولد	الوطنی مثلاً الاثواب الوطنية
ایراد، ج ایرادات: آمدنی، مال گذاری	الریع، مال گذاری، الضريبة
ایرلاندہ: آئرلینڈ (ملک)	ارلندة غیر منصرف
بابا، ج باباوات: پوپ جو عیسائیوں کے خیال کے مطابق مسیح کا جانشین ہوتا ہے۔	شیخ، مشائخ النصاری یا الاسقف الاعظم یا الاساقفة۔
باپوج: پاپوش، سلیپر، فارسی	المداس

پادری الامین	اس سے بہتر تو الأب ہے۔
پارلیمنٹ کا معرب	البرلمان: مجلس وزراء الانکلیز
بندوق	البندقية اکثر اشتہاراً واعم استعمالاً قدماء اس کو قوس وغیرہ "بریرة" لکھتے تھے۔
دارالخلافت فرانس	
راہداری، پاسپورٹ کی تعریب	جواز السفر
دریائے باسفورس جو شہر قسطنطنیہ سے ہے۔	البسفور
دریائے بالٹک	البحر البلطیقی
قصر الطین	البرقص
جہاز کا لنگر، انگریزی	المرساة
گودام، اسٹور ہاؤس	گودام کی عربی "المخزن" "المستودع"
پٹرول، تیل، فرنچ	البترول عام ہے قدماء نفط کہتے تھے۔
دوران سر کا مرض	الدُّوام
درمیان ہفتہ اور درمیان سال	طوال الاسبوع او اثناء السنة
غیر شائستگی، بے تمدنی، ماخوذ از البادیة	الهمجية اصح ہے
بادگیر، تہ خانہ ترکی	تہ خانہ کے لیے 'قبائی' اور مجمع اللغوی نے "سرداب" وضع کیا ہے۔
دریائے کاس	الخلیج الهادی وکلمۃ الاولی اصح وحدہ کمافی المسنکرہ "شانت میدسانز"
سویرے	صباحاً
نقدی، قیمت، مولد	النقود، الصرف
لائسنس	الاجازة، الامتياز
دھوکا دینا، کسی محصول وغیرہ کا عاید کرنا	الخدع، ضربت عليهم الحكومة ضرائب

بہ: حی کے ساتھ صلہ سے کسی غیر زبان سے آکر مولد ہوا۔	قادمۃ۔
بربریۃ: وحشی پن، بے تمدنی چونکہ بربر قوم نہایت وحشی تھی اس لیے بربریت وحشی پن کو کہنے لگے	الهمجية افصح
برتقال: برتقان، بردقان: میٹھی نارنگی چونکہ یورپ میں سب سے پہلے اہل پرتگال اس پھل کو لائے اس لیے انھیں کے نام سے اس کی شہرت ہوگئی۔	النارنج
برز: اصیب بزکام اصلی معنی اصار بارزا کے ہیں	اصیب بزکام کے علاوہ "زکم" آتا ہے۔
براد، برادیۃ: چائے دان، مولد	ظرف الشای لیکن رہا "براد" اس کے معنی برتن جس میں پانی ٹھنڈا رہے۔ دیکھو منجد
برانی: بیرونی، غیر ملکی، فارسی	الخارجیۃ
برمیۃ: برماپیچ کش، اسکرو، اندلسی	المثقاب (برما) الملولبۃ
عزبۃ: کھیت	آخر "المزرعۃ" میں کیا خرابی ہے، عزبۃ غلط
عزنکو: آخر عمل کی جگہ مستعمل ہے، عربی و ترکی	عزنکو کی جگہ فصحاء "صاحب السعادۃ" ا کرتے ہیں۔
عزیمۃ و عزومۃ: کھانے کی دعوت، بلاوا، قدیم معنی ارادہ	کھانے کی دعوت کے لیے "دعوۃ" فصیح عزیمۃ کیوں لائیں۔
عزوۃ: اقربا، اعزۃ اصلی معنی "انتساب"	الاقارب چھوڑ کر دوسرا لفظ کیوں لائیں۔
عسکری: سپاہی، منسوب بہ عسکر	الشرطی کافی ہے۔
عشّی: باورچی، لفظ ترکی نسبت عربی	غشی کے بجائے "طاهی" کہنا چاہیے۔
عسوس: تمباکو کی قسم، ماخوذ از عطس	یہ خود ہے "عاطوس" فصیح ہے۔
عطار: بنیا، اصلی معنی عطر فروش۔	بنیا کی فصیح عربی "بدال" ہے پیشہ کو بدالۃ عطار عطر فروش کو کہتے ہیں اور پیشہ کو "عطارۃ"

فقہ و فتاویٰ

ابو ارقم فلاحی

سوال: آج کل مشاعروں میں عموماً خوش آواز مترنم شاعرات کو بھی مدعو کیا جاتا ہے، کیا ان کے ترنم سے لطف اندوز ہونا اور انکی ساحرانہ جذب و کشش پر سر دھننا اور داد اچھالنا ازروے شرعاً درست ہے؟

الجواب و باللہ التوفیق:

عورت کی آواز بھی عورت ہوتی ہے۔ اس لیے شرعی یا ناگزیر دینی ضرورت کے بغیر اس کی آواز سننا جائز نہیں ہے۔ جہاں تک شاعرات کا تعلق ہے تو ان کے دلربا و دلنواز ترنم کو محفلوں میں بھی کسی غیر محرم کے لیے سننا اور اس سے لطف اندوز ہونا جائز نہیں، گو اندیشہ ابتلاء یہاں خفیف ہے۔

مشاعروں کے تعلق سے پہلی بات یہ پیش نظر رہنی چاہیے کہ ان کا مقصد انعقاد صرف تفریح و ترنم ہوتا ہے اور اکثر و بیشتر شرکاء کی کثیر تعداد غیر مہذب ہوتی ہے ایسی صورت میں کسی مسلمان خاتون کے لیے قطعی جائز نہیں کہ وہ برسر محفل آکر لوگوں کی تفریح کا سامان فراہم کرے یا تفریح کا ذریعہ بنے کہ ان کے دلوں کو گرمائے، جذبات کو ہوا دے یا ان کے غمزہ کا بوجھ بکا

غور کیا جائے تو یہی کام عریاں رقص گاہیں بھی انجام دیتی ہیں۔ فرق صرف نوعیت کا ہے۔

اب رہی غیر مسلم شاعرات کی بات تو ان کے ترنم پر فدا و شیدا ہونا قوم و ملت کی دینی موت ہے۔ یہاں یہ بات بھی ذہن میں رکھیے کہ بعض مشاعرے قومی یکجہتی کے فروغ کے لیے حکومت یا بعض سرکاری یا نیم سرکاری ادارے اور سیکولر انجمنیں قائم کرتی ہیں، گویا قوم کے دینی تشخص پر یہ منصوبہ بند یلغار ہے۔ اور ہمارے سیکولر لیڈران اسے اردو کی بقاء کا عنوان قرار دیتے ہیں۔

ابو عبد الرحمن عمار فلاحی

تعارف و تبصرہ

مروجہ بدعات — فقہاء اسلام کی نظر میں

از مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

کتابت وطباعت: عمدہ   قیمت: ۲۰ روپے   صفحات ۸۰
ناشر دار العلوم سبیل السلام، چالے، ضلع دربھنگہ (بہار)

"من احدث فی أمرنا ھذا فھو رد" کا حکم موجود ومعروف ہونے کے باوجود ہمارے سماج اور معاشرے میں ہر طرف مختلف قسم کی بدعات وخرافات رائج ہیں۔ حد تو یہ ہے کہ قرآن و سنت کا لیبل لگا کر انھیں مدلل کرنے کی کوشش بھی کی جاتی ہے اور دین کے بنیادی واہم احکامات سے زیادہ ان پر اصرار اور ان کا التزام کیا جاتا ہے، اگر کوئی اختلاف کرے تو خارج از اسلام بھی قرار پاجاتا ہے۔

مصلحین امت نے ہر دور میں کتاب وسنت کی روشنی میں ان بدعات وخرافات کی قلعی کھولی ہیں تاکہ لوگ حق وصواب سے آگاہ ہوسکیں۔ زیر تبصرہ کتاب میں مصنف نے فقہاء اسلام کے اقوال وفتاویٰ کی روشنی میں ان مروجہ بدعات کی حیثیت واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔ انھوں نے یہ پہلو کیوں اختیار کیا اس پر روشنی ڈالتے ہوئے خود رقم طراز ہیں:

"اس موضوع کا حق تھا کہ ان بدعات کی رد میں کتاب وسنت کی تصریحات اور صحابہ و تابعین کے آثار نقل کیے جاتے، مگر وائے افسوس کہ بعض لوگوں کی تاویل بے جا نے کتاب وسنت کے سرچشمہ شافی سے گریز نے راقم سطور کو اس بات پر مجبور کیا کہ وہ فقہی تصریحات ہی کو بنیاد بنائے اس لیے کہ جو طبقہ بدعات کا وکیل بلکہ اس کا پرجوش محرک اور داعی ہے وہ مقلد ہے اور فقہ کی زبان قانونی زبان ہونے کی وجہ سے اس قدر چست ہوتی ہے کہ اس میں تاویل کی گنجائش اکثر نہیں ہوتی ہیں اگر ان کے سامنے خود ان کے کتب فقہ کی صراحتیں رکھ دی جائیں تو اب ان کے لیے کوئی راہ فرار باقی نہیں رہ جاتی، اسی لیے اس بات کا التزام کیا گیا ہے کہ ان مسائل پر فقہی اقوال وتصریحات ہی پیش کرنے پر اکتفا کیا جائے۔" (ص ۱۰)

اسی تناظر میں اگر دیکھا جائے تو مولانا محترم کی یہ کوشش [illegible] وہ صرف عوام کے لیے اور راست تک پہنچا [illegible] ہے گی لہذا خواص وعوام ہر ایک کو اس کا مطالعہ ضرور کرنا چاہیے۔

ایسا لگتا ہے کہ کتاب کلفت میں تیار کرکے شائع کی گئی ہے [illegible] گئے ہیں بعض حوالے چھوڑ دیے گئے ہیں [illegible] اسی طرح بعض حوالے ناقص رہ گئے ہیں [illegible] ص ۳۰، ۳۹ پر آیات کے ترجمے ہی نہیں دیے گئے۔

اسی طرح عام قاری کو مد نظر رکھتے ہوئے بعض مقامات توضیح وتشریح کے متقاضی تھے جو رہ گئے ہیں۔ مثلاً ص ۲۱ پر "تثویب" کی وضاحت کردی جاتی تو بہتر ہوتا۔

سوم وچہلم کی بحث میں ص ۵۵ پر فتاویٰ عالمگیری سے یہ عبارت نقل کی گئی ہے "لا یباح اتخاذ الضیافة ثلاثة أیام کذا فی التاتار خانیة" "موت کے تیسرے دن ضیافت کا اہتمام جائز نہیں ہے" ثلاثة أیام کا ترجمہ تیسرے دن سے کیا گیا ہے جو درست نہیں، صحیح ترجمہ "تین دن" ہوگا۔

ص ۷۷ پر قرآن خوانی اور ختم قرآن پر بحث کرتے ہوئے فتاویٰ عالمگیری کا یہ اقتباس نقل کیا گیا ہے "یکرہ للقوم أن یقرأ القرآن فی جملة لتضمنها ترک الاستماع والانصاف المأمور بها کذا فی القنیة" "لوگوں کے لئے ایک ساتھ مل کر قرآن خوانی مکروہ ہے کیونکہ اس سے استماع اور انصاف کے حکم کی تعمیل نہیں ہوتی۔"

اس اقتباس میں "الانصاف المأمور بها..... اور انصاف کے حکم کے....." محل نظر ہے۔ کیونکہ قرآن کے بارے میں کہیں بھی انصاف کا حکم نہیں ہے بلکہ "انصات" کا حکم دیا گیا ہے "وإذا قرئ القرآن فاستمعوا له وأنصتوا لعلكم ترحمون" (الاعراف ۲۰۴)، یہاں بھی وہی مراد ہے لیکن سہواً فتاویٰ میں وہ لکھ گیا ہوگا تو ترجمہ بھی اسی کے مطابق کردیا گیا حالانکہ ہونا یہ چاہیے تھا کہ اس کی اصلاح کردی جاتی۔

بعض مباحث نظر ثانی کے محتاج ہیں مثلاً "قبر میں عصا کا لزوم" پہلے اس بحث ملاحظ

فرمائیں پھر اپنی معروضات پیش کروں گا۔

"ابو داؤد میں حضرت براء بن عازب سے نقل کیا گیا ہے کہ آپ ؐ نے خطبہ کے دوران ہیں لاٹھی یا کمان کا سہارا لیا تھا اس لیے ابن امیر الحاج کا خیال ہے کہ خطبہ میں عصا لینا اور چنانچہ امام شافعی کے نزدیک خطیب کا عصا یا کمان یا کسی اور چیز کا ٹیک لگانا بہتر ہے، امام صاحب کا کہنا ہے "ویعتمد الذی یخطب علی عصا او قوس او ما اشبههما" یہی رائے ابن قدا نے حضرات حنابلہ سے نقل کی ہے۔

فقہاء احناف نے اس حدیث کو اس صورت پر محمول کیا ہے جب کوئی علاقہ بزور قو مسلمانوں کے زیر نگیں آئے گویا اس کا مقصد اپنی قوت و شوکت اور جاہ و جبروت کا اظہار ہے۔ علاقے یوں ہی مسلمانوں کے زیر اقتدار آئے ہوں وہاں عصا وغیرہ نہیں لیا جائے گا بلکہ عصا استعمال مکروہ ہوگا۔ طحاوی کہتے ہیں "وفيه اشارة إلى أنه يكره الاتكاء على غيره كعصا وقوس" اور اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ دوسری چیز مثلاً لاٹھی اور کمان پر ٹیک لگا مکروہ ہے۔

اور عالمگیری میں "خلاصہ" اور "محیط" کے حوالہ سے نقل کیا گیا ہے "یکرہ ان یخطب متکئا علی قوس او عصا" کمان یا عصا پر ٹیک لگا کر خطبہ دینا مکروہ ہے۔

ہندوستان جیسے ملک میں جہاں اب مسلمانوں کو غلبہ حاصل ہے احناف کے مسلک کے مطابق عصا کا استعمال مکروہ اور شوافع و حنابلہ کے مسلک پر مسنون ہوگا تاہم اگر سنت کو بھی وجو کا درجہ دے دیا جائے تو وہ بھی بدعت ہو جاتا ہے ___ اس تفصیل سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ عص کے استعمال کا ہندوستان میں کیا حکم ہے؟

مندرجہ بالا بحث پر درج ذیل سوالات ابھرتے ہیں:

☆ کیا مدینہ بزور قوت زیر نگیں آیا تھا کہ براء ابن عازب والی روایت کو اس صورت پر محمول کیا گیا کہ جب کوئی علاقہ بزور قوت مسلمانوں کے زیر نگیں آئے تو عصا یا کمان کے سہارے خطبہ دیا جائے گا تاکہ اپنی قوت و شوکت اور جاہ و جبروت کا اظہار کیا جا سکے؟

☆ اس حدیث کو اس صورت پر محمول کرنے سے یہ نتیجہ تو نکلتا ہے کہ جو علاقے یونہی زیر اقتدار

آئے ہوں وہاں عصا وغیرہ نہیں لیا جائے گا لیکن وہاں عصا کے استعمال کو مکروہ ٹھہرانے کی کوئی معقول وجہ نظر نہیں آتی۔

☆ "ہندوستان جیسے ملک میں جہاں اب مسلمانوں کو غلبہ حاصل ہے"

کیا مصنف واقعتاً یہی سمجھتے ہیں کہ اس وقت ہندوستان میں مسلمانوں کو غلبہ حاصل ہے؟ میں نہیں سمجھتا کہ موصوف نے ہوش و حواس کے ساتھ یہ رقم فرمایا ہوگا۔ یقیناً سہو ہوا ہے یا [illegible] نے ایسا کر دیا ہوگا۔ کیونکہ ایک ادنیٰ جاہل مسلمان بھی بخوبی یہ جانتا ہے کہ اس وقت ہم ب پوزیشن میں نہیں ہیں چہ جائیکہ ہمارے ذی علم لوگ اتنی موٹی بات نہ سمجھتے ہوں۔

صحیح تر بات صرف اس قدر ہے کہ اسے واجب قرار دینا، اس پر اصرار کرنا اور ترک کو گناہ سمجھنا درست نہیں ہے نیز عصا کا استعمال بذات خود سنت ہے اور ہر حال میں سے اختیار کیا جا سکتا ہے اس کے لیے قیود و شرائط ہمارے ذہن کی اپج ہے سنت رسول سے اس کا کوئی واسطہ نہیں۔

☆☆☆

غزل

شفیع احمد خاں راز نادری
لیکچرر شعبہ تاریخ

عظمت کردار کی موج رواں دے دیجئے   خاک زادوں کو حیات جاوداں دے دیجئے
شیش محلوں کی حقیقت منکشف ہو جائے گی   آپ پتھر کی چٹانوں کو زباں دے دیجئے
روشنی جب سے ملی ہے زندگی دشوار ہے   لائیے واپس مری تاریکیاں دے دیجئے
حرمت انسانیت ہے سرزمیں پر بے لباس   سر چھپانے کو ردائے آسماں دے دیجئے
آشیانے کے لیے کوئی ٹھکانہ چاہیے   ہم نہیں کہتے ہیں سارا گلستاں دے دیجئے
حق پرستوں کی شجاعت کو پرکھنے کے لیے   لشکر باطل کو شمشیر و سناں دے دیجئے
عشرت دنیا کے افسانوں سے جی اکتا گیا   راز کوئی لکھ کے غم کی داستاں دے دیجئے

جامعہ کے لیل و نہار

(ادارہ)

مولانا شفیع مونس صاحب، نائب امیر جماعت اسلامی ہند

۲۰/ اپریل ۹۹ء

مولانا شفیع مونس صاحب، نائب امیر، جماعت اسلامی ہند اور مولانا رفیق صاحب قاسمی سکریٹری جماعت اسلامی ہند نے اپنی تشریف آوری سے جامعہ کو رونق بخشی۔ اس بار معزز مہمانان نے کئی دنوں قیام فرمایا۔ ۲۰/ اپریل ۹۹ء کو بعد نماز عشاء عمومی خطاب کا بھی پروگرام رہا۔ اس موقع سے خطاب فرماتے ہوئے مولانا شفیع مونس صاحب نے فرمایا: "ہمارے اداروں کے اساتذہ و طلبہ کی ذمہ داریاں دوسروں سے زیادہ ہیں۔ طلبہ کو صرف امتحان پاس نہیں کرنا ہے بلکہ وہ صلاحیت بہم پہنچانی ہے جس کی بدولت وہ قیادت کا فریضہ انجام دے سکیں۔ اساتذہ و انتظامیہ کو چاہیے کہ اسی لحاظ سے انھیں تیار کرنے کی کوشش کریں کیونکہ ملک کے موجودہ حالات میں صرف ملت اسلامیہ ہی رہنمائی کر سکتی ہے۔ پہلے بہت سے مدعی ہوا کرتے تھے اب تو کوئی بھی دعویدار میدان میں نہیں ہے۔" آپ نے مزید فرمایا کہ "ملک کے حالات اس وقت جس قدر اسلام کے حق میں سازگار ہیں اس سے پہلے کبھی نہیں تھے۔ پہلے ہم خود اسلام کو مکمل نظام زندگی کی حیثیت سے پیش کرنے سے گھبراتے تھے آج غیر مسلم خود اسے مکمل نظام زندگی کی حیثیت سے سمجھنا چاہتا ہے۔ بس ہمیں عصری تقاضوں کے مطابق یہ آب زلال ان تک پہنچانے کی ضرورت ہے۔"

مولانا نظام الدین صاحب اصلاحی کا خطاب

مولانا نظام الدین صاحب اصلاحی سابق صدر جامعۃ الفلاح، رکن شوریٰ جماعت اسلامی ہند دہلی میں منعقدہ ایک کنونشن بعنوان "مسلمانوں کو قوت رسانی کے اسباب و وسائل" میں شرکت کے بعد واپس لوٹے تو اس کی تفصیلات سے آگاہی کے لیے ۱۳/ مئی ۹۹ء کو بعد نماز عصر ایک پروگرام منعقد ہوا۔ آپ نے بتایا کہ اس کنونشن میں بڑے پیمانے پر دانشوران اور ممتاز شخصیات نے شرکت کی جس میں مسلمانوں کی موجودہ سیاسی، معاشی و دیگر صورت حال کا تفصیل سے جائزہ لیا گیا۔ فلاح و بہبود کے لیے شرکا کی انفرادی، اداروں کو مرتب کرکے اجتماعی حصوں پر غور و فکر ہو۔ مولانا محترم نے بھی دو پہلوؤں پر توجہ دلائی جس پر شرکا نے پسندیدگی کا اظہار فرمایا۔ (۱) طلبہ مدارس کو عصری علوم سے متعارف کرانے پر خصوصی توجہ دی جائے۔ (۲) غربت کی وجہ سے ترک تعلیم پر مجبور ہونے والے طلبہ کے لیے وسیع پیمانے پر وسائل فراہم کیے جائیں۔

مولانا نے مزید بتایا کہ اس کام کو آگے بڑھانے کے لیے ریاستی مراکز میں اپنے سیلز قائم کرنے کا بھی فیصلہ لیا گیا۔ ساتھ ہی یہ امید بھی ظاہر کی کہ "چونکہ جماعت اسلامی کے کاموں پر اہل علم کو بھروسہ ہے اور جماعت کی شاخیں ملک کے طول و عرض میں پھیلی ہوئی ہیں اس لیے ان امور کی انجام دہی میں جماعت مؤثر رول ادا کر سکتی ہے۔"

مولانا عبدالعلیم صاحب اصلاحی کا خطاب

اتفاق سے اس مجلس میں مولانا عبدالعلیم صاحب اصلاحی سابق صدر مدرسۃ الاصلاح سرائے میر و مظہر العلوم بنارس اور ناظم جامعۃ البنات آباد بھی تشریف فرما تھے۔ آپ نے بھی اس موقع سے طلبہ کو خطاب فرمایا۔ آپ نے فرمایا کہ مسلمانوں کا اصل مسئلہ قوت رسانی کی ان تدبیروں سے بالکل جدا ہے۔ ادھر ادھر نظر دوڑانے اور ماہرین و دانشوروں سے رجوع کرنے کے بجائے پہلا کام تو یہ ہے کہ ہم اپنی بے وزنی اور قوت کے چھن جانے کا سبب قرآن و سنت سے معلوم کریں۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ تحریک اسلامی جس کا اصلی مقصود حکومت الٰہیہ کا قیام اور اقامت دین ہے۔ وہ بھی سیکولرزم کے زیر اثر ان مسائل کا حل ڈھونڈ رہی ہے۔ ماضی میں بارہا اس طرح کے کنونشن منعقد ہو چکے ہیں اور ہر بار دوسروں پر تنقید کرتے ہوئے دست سوال دراز کرنے کے علاوہ ہم نے کچھ نہیں کیا اور دشمنوں نے مکمل سازش سے ہمیں بدتر حالت میں پہنچا دیا۔

جامعۃ الفلاح جس کے قیام کا مقصد تحریک اسلامی کے لیے افراد سازی ہے۔ انھیں عارضی اور جزوی مسائل میں الجھانے کے بجائے اصل مقصد کے لیے تیار کرنا چاہیے۔ موجودہ صورت حال کوئی نئی بات نہیں۔ اس سے سنگین صورت حال میں مولانا مودودیؒ نے ہمیں اس مقصد سے آشنا کرایا تھا۔ اس وقت بھی یہی مسئلے کا حل تھا اور آج بھی یہی ہے۔

بہن انجم افشاں فلاحی جوار رحمت میں

برادر مکرم عبدالحی فاروق فلاحی صاحب نے بذریعہ فون اطلاع دی کہ محترمہ انجم افشاں فلاحی صاحبہ اچانک مختصر علالت کے بعد ۲۳/ اپریل ۹۹ء

کو اللہ کو پیاری ہو گئیں، إنا للہ و إنا إلیہ راجعون۔ آپ کا تعلق بہار سے تھا، بچپن ہی میں یتیم ہو گئی تھیں۔ ۱۹۸۶ء میں جامعۃ الفلاح سے فضیلت کی تکمیل کی اس کے بعد جامعۃ الصالحات رامپور میں معلمہ ہو گئی تھیں۔ بہت خوش مزاج اور ملنسار تھیں۔ خدمت خلق کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ تحریکی سرگرمیوں میں بھی پیش پیش رہتیں۔ تحریری میدان سے بھی دلچسپی تھی، آپ کے مضامین الحسنات، نور، ذکری، حجاب اور اسلامک موومنٹ وغیرہ میں شائع ہوتے رہتے تھے، رامپور ہی میں جناب امین الحسینی صاحب سے آپ کا عقد ہوا تھا اپنے پیچھے چار بچے چھوڑے ہیں۔ اللہ سے دعا ہے کہ انھیں کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عنایت فرمائے۔ (آمین)

وفد تعزیت مدرسہ ریاض العلوم گورینی، جونپور کے بانی و ناظم اور مشہور عالم دین و مربی مولانا عبد الحلیم صاحب مظاہری جونپوری کے وفات کی خبر جب جامعہ پہنچی تو نائب ناظم جامعۃ الفلاح مولانا ابو البقاء صاحب ندوی کی قیادت میں ۶/ مئی ۹۹ء کو ایک وفد گورینی تشریف لے گیا اور مولانا مرحوم کے بڑے صاحب زادے مولانا عبد الرحیم صاحب (جو اس وقت مدرسہ کے ناظم بھی ہیں) و دیگر اہل خانہ سے اظہار تعزیت فرمایا۔ مولانا مرحوم کے ذریعہ بچوں کو علم دین اور اصلاح و تزکیہ کی سعادت نصیب ہوئی۔ اللہ تعالیٰ انھیں اعلیٰ علیین میں جگہ دے امت کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عنایت فرمائے۔ آمین

وفد کے پہنچنے پر مولانا مرحوم کے اہل خانہ نے کافی قربت محسوس کی، توقع ہے کہ اس کے ذریعہ مدارس کے درمیان تعلقات کی استواری و استحکام کو بھی تقویت ملے گی۔

شیخ ابن بازؒ کی نماز جنازہ غائبانہ و تعزیت مفتی اعظم سعودی عرب شیخ عبد العزیز بن عبد اللہ بن باز کے وفات کی خبر ہر خاص و عام پر بجلی بن کر گری إنا للہ و إنا إلیہ راجعون۔ صدر جامعہ نے بعد نماز جمعہ جامعہ کی مسجد میں مرحوم کی نماز جنازہ غائبانہ پڑھائی اور حیات و خدمات پر روشنی ڈالی۔

نائب ناظم جامعہ مولانا ابو البقاء صاحب ندوی نے اپنے تعزیتی خط میں مرحوم کے انتقال کو عالم اسلام کے لیے عظیم خسارہ قرار دیا ہے۔ (تعزیتی خط کا اصل متن ملاحظہ ہو)

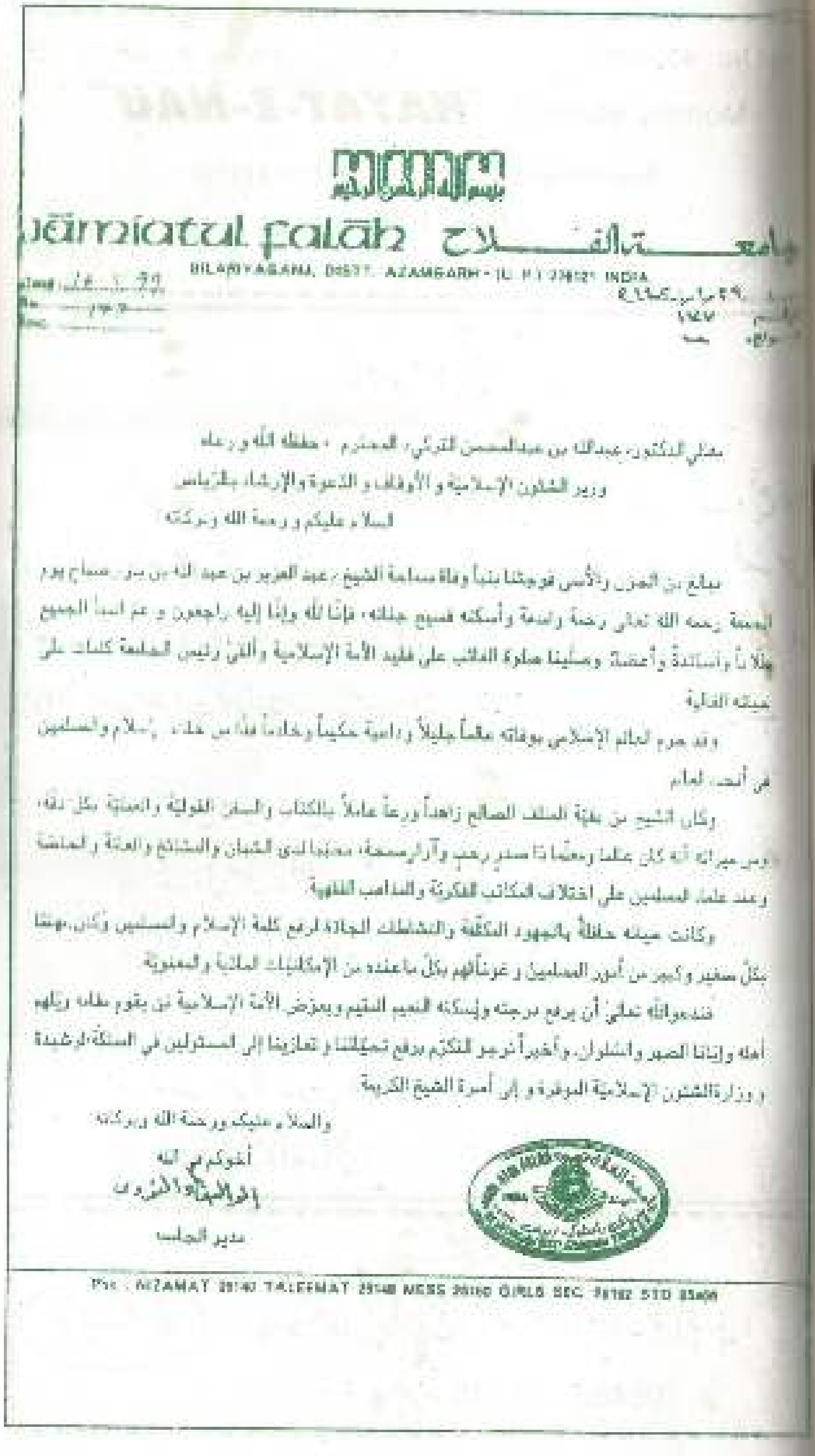

بسم اللہ الرحمن الرحیم

Jamiatul Falah جامعۃ الفلاح

BILARIYAGANJ, DISTT. AZAMGARH - (U.P.) 276121 INDIA

۱۲۷

معالي الدكتور عبد الله بن عبد المحسن التركي، المحترم ، حفظه الله ورعاه

وزير الشؤون الإسلامية والأوقاف والدعوة والإرشاد بالرياض

السلام عليكم ورحمة الله وبركاته

ببالغ من الحزن والأسى فوجئنا بنبأ وفاة سماحة الشيخ عبد العزيز بن عبد الله بن باز صباح يوم الجمعة رحمه الله تعالى رحمة واسعة وأسكنه فسيح جنانه، فإنا لله وإنا إليه راجعون و عم أسنا الجميع طلاباً وأساتذة وأعضاء وصلينا صلاة الغائب على فقيد الأمة الإسلامية وألقى رئيس الجامعة كلمات على حياته الغالية

وقد حرم العالم الإسلامي بوفاته عالماً جليلاً وداعية حكيماً وخادماً فذاً من خدام الإسلام والمسلمين في أنحاء العالم

وكان الشيخ من بقية السلف الصالح زاهداً وورعاً عاملاً بالكتاب والسنة القولية والعملية بكل دقة، ومن ميزاته أنه كان عالماً ومعلماً ذا صدر رحب وآراء سمحة، محبوباً لدى الشبان والمشائخ والعامة والخاصة وعند علماء المسلمين على اختلاف المكاتب الفكرية والمذاهب الفقهية

وكانت حياته حافلة بالجهود المكثفة والنشاطات الجادة لرفع كلمة الإسلام والمسلمين وكان مهتماً بكل صغير وكبير من أمور المسلمين وعوناً لهم بكل ما عنده من الإمكانيات المادية والمعنوية

فندعو الله تعالى أن يرفع درجته ويسكنه النعيم المقيم ويعوض الأمة الإسلامية من يقوم مقامه ويلهم أهله وإيانا الصبر والسلوان، وأخيراً نرجو التكرم برفع تعازينا إلى المسؤولين في المملكة الرشيدة ووزارة الشؤون الإسلامية الموقرة وإلى أسرة الشيخ الكريمة

والسلام عليكم ورحمة الله وبركاته

أخوكم في الله
ابو البقاء الندوي
مدير الجامعة

Ph : NIZAMAT 29140 TALEEMAT 29148 MESS 29160 GIRLS SEC 29182 STD 05466